قصیدہ میمیہ

مدحتِ امامِ زین العابدین رضی اللہ عنہ

قصیدہ نگار

ابو فراس ہمام بن غالب فرزدق تمیمی

(۲۰ھ-۱۱۰ھ)

تحقیق و ترجمہ

شیخ اُسید الحق محمد عاصم قادری

خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں انڈیا

تقدیم

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری

(ایم اے پی ایچ ڈی جامعہ ازہر)

دار الاسلام

زین السجاد امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما

کی شان میں

فَرَزْدَق التَّمِیْمِی کا قصیدۂ میمیہ

موسوم بہ

مدحتِ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ

قصیدہ نگار

ابوفراس ہمام بن غالب فرزدق تمیمی (متوفی ۱۱۰ھ)

تحقیق وترجمہ

حضرت الشیخ مولانا اُسید الحق محمد عاصم قادری بدایونی

خانقاہِ عالیہ قادریہ بدایوں، انڈیا

تقریظ

فضیلۃ الاستاذ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری

دارالاسلام

C-8 پہلی منزل محی الدین بلڈنگ، داتادربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور، پنجاب-پاکستان

darulislam21@yahoo.com +923219425765

www.facebook.com/Razaulhassan Qadri

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

فیضانِ نورِ علم

امامِ اعظم علی الاطلاق مؤسس فقہ حنفی ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ

اِمامِ المتکلمین مصحح عقائد المسلمین ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ

غوثِ اعظم شیخ طریقت حضرت سیدمحی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

امامِ ربانی مجددِالفِ ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

برکۃ المصطفیٰ فی الھند شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت اِمامِ اہل سُنّت شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

میر مجلس

نازشِ ملتِ اسلامیہ، محدثِ عصر، محقق عبقری، سماحۃ الشیخ

علامہ غلامِ رسول سعیدی حفظہ اللہ

دارالعلوم نعیمیہ، کراچی

اعیان مشاورت

حضرت ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی، پیر سائیں غلامِ رسول قاسمی، مولانا شفقات احمد نقش بندی
مفتی محمد فضل رسول سیالوی، قاری محمد لقمان قادری، صلاح الدین سعیدی، فیصل خان رضوی

صاحب الارشاد	مؤسس ومدیر	ناظمۃ الامور
مفتی غلامِ حسن قادری	محمد رضاء الحسن قادری	انعم شہزادی (ایم فل سکالر)

ضابطہ و دستور

سلسلۂ مطبوعات: 21، طبع: ربیع الاول 1435ھ / جنوری 2014ء، قیمت: 30 روپے NET

انتساب

محبِّ اہل بیت

حضرت امام محمد بن ادریس شافعی

کی خدمت میں

جن کے یہ اشعار حقیقت اور عقیدت دونوں کے ترجمان ہیں:

يا آل بيت رسول الله حبكم
فرض من الله فى القرآن أنزله
يكفيكم من عظيم الفخر أنكم
من لم يصل عليكم لا صلاة له

''اے اللہ کے رسول کے اہل بیت! آپ کی محبت ایسا فرض ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں نازل فرمایا ہے۔ آپ کے عظیم فخر کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جو شخص نماز میں آپ پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔''

أسید الحق قادری

فہرست مشمولات

عنوان	صفحہ
ابتدائیہ	6
تقریظ از مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی (لاہور)	8
تمہید و تعارف	10
زین السجاد امام زین العابدین علی بن حسین	12
نسب مبارک اور ولادت	12
نام، کنیت، لقب	13
واقعہ کربلا اور امام زین العابدین	13
اِمام زین العابدین کے شیوخ و تلامذہ	14
طلبِ علم اور تواضع و اِنکساری	14
جود و نوال	15
غربا پروری	15
تقویٰ و پرہیزگاری	16
اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم	16
خشیتِ الٰہی	17
عبادت کی تین قسمیں	17
گریہ وزاری	17
تفقہ اور ثقاہت	18

افتخارِ اہلِ بیت	18
خوفِ آخرت	19
امام زین العابدین کی نظر میں شیخین کا مرتبہ	19
کشادہ قلبی	20
عبادت گزاری	21
اولادِ امجاد	21
وصال اور مزار مبارک	22
ابو فراس ہمام بن غالب فرزدق تمیمی	23
فرزدق کی قید و بند اور امام کی سخاوت	23
قصیدۂ میمیہ باعث نجات اور ذخیرۂ آخرت	24
ہشام بن عبدالملک - ایک تعارف	26
قصیدۂ میمیہ؛ ایک تحقیقی مطالعہ	27
قصیدے کے اِنتساب کا قضیہ	27
قصیدے کا منظوم فارسی ترجمہ	33
قصیدۂ میمیہ کی شرح اور تخمیس	33
شرح قصیدۂ میمیہ از مولانا جمیل احمد بلگرامی	35
تخمیس قطب الدین فی مدح سیدنا زین العابدین	36
التخمیس المقبول فی مدح ابن الرسول	37
قصیدے کے بعض دیگر پہلو	37
قصیدۂ میمیہ کا متن مع ترجمہ	39
مراجع و مصادر	46



اِبتدائیہ

مصر کے مشہور محدث ومحقق اور شعلہ بیان خطیب علامہ ڈاکٹر فواد شاکر مدظلہ محبتِ اہلِ بیت پر خطاب فرما رہے تھے، دورانِ خطاب انھوں نے صحن کعبہ والے واقعے کی منظر کشی کر کے کچھ اِس انداز میں زیرِ نظر قصیدے کے چند اشعار سنائے کہ پورے مجمع پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ انھوں نے شاید قصیدے کے ۴؍شعر سنائے تھے، جن میں صرف تین ہی سمجھ میں آئے، چوتھا شعر داد اور نعروں کے شور میں دب گیا۔

یہ واقعہ غالباً ۲۰۰۱ء کا ہے۔ اِس قصیدے سے یہ میری پہلی واقفیت تھی۔ اس کے بعد کسی کتاب میں اس کے چند شعر نظر سے گزرے، چوں کہ ان اشعار کے ممدوح حضرت امام زین العابدین سے ایک قلبی لگاؤ تھا اس لیے یہ شعر فوراً یاد ہوگئے۔ مَیں نے اپنی کئی تقریروں میں موقع محل کی مناسبت سے یہ اشعار اور ان سے متعلق واقعہ بیان بھی کیا، مگر اس پورے عرصے میں نہ تو کبھی پورا قصیدہ نظر سے گزرا اور نہ کبھی اِس کو تلاش کرنے کا خیال آیا۔

دو سال پہلے عرسِ قادری ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۱ء میں دورانِ تقریر مَیں نے اِس قصیدے کے کچھ اشعار پڑھے تھے، اِس کے کچھ عرصہ بعد مَیں نے ایک خواب دیکھا، غور وخوض کرنے کے بعد اُس کی تعبیر یہ سمجھ میں آئی کہ مجھے اِس قصیدے کا ترجمہ کرنا چاہیے۔ کتب خانۂ قادریہ میں تھوڑی تلاش وجستجو کے بعد مکمل قصیدہ اور اس کے متعلق کچھ ضروری معلومات دست یاب ہوگئیں۔ مَیں نے قصیدے کا آسان اردو ترجمہ اور اس کے متعلق بعض ضروری گوشے ایک مضمون کی شکل میں ترتیب دے کر محبِ گرامی مولانا خوشتر نورانی کو اِرسال کردیے، اُنھوں نے یہ مضمون اپنے ماہ نامہ ''جامِ نور'' (شمارہ اگست ۲۰۱۲ء) میں شائع کردیا۔

کچھ ماہ قبل لاہور کے ایک فعال اور بلند حوصلہ نوجوان جناب محمد رضاء الحسن قادری (مالکِ مکتبہ دار الاسلام، لاہور) نے خواہش ظاہر کی کہ وہ مذکورہ مضمون کتابچے کی شکل میں

اپنے مکتبے سے شائع کرنا چاہتے ہیں۔ مَیں نے بہ خوشی اجازت کے ساتھ مضمون کی سافٹ کاپی بھی ان کی خدمت میں بھیج دی۔ انھوں نے کہا کہ وہ چاہتے ہیں کہ اس پر گرامی قدر مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ازہری سے تقریظ لکھوالیں، مَیں نے یہ تجویز بھی بہ خوشی منظور کرلی، کیوں کہ عربی شعروادب اوراس کی تاریخ مکرمی ممتاز صاحب کا خاص موضوع ہے، وہ میرے دیرینہ کرم فرما ہیں اور ازہر شریف کے رشتے سے میرے سینیر اور بڑے بھائی ہیں۔ رضاءالحسن صاحب نے ممتاز صاحب سے تقریظ حاصل کرکے کتاب اشاعت کے لیے تیار کرلی، لیکن کسی وجہ سے اُس وقت اس کی اشاعت عمل میں نہیں آسکی۔

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف سے سال نامہ ''اہل سنت کی آواز'' شائع ہوتا ہے، اِس مرتبہ اہلِ بیتِ اطہار پراس کا خصوصی شمارہ شائع کیا جارہا ہے، حسن اِتفاق کہ مجھے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی حیات وشخصیت پر لکھنے کا حکم ہوا۔ مَیں نے اس سال نامے کے لیے امام زین العابدین کی حیات وشخصیت پر ایک مضمون قلم بند کیا، پھر خیال آیا کہ اس کو اپنے گذشتہ مضمون کے ساتھ ترتیب دے کر کتابی شکل میں شائع کردیا جائے۔ مَیں نے ''جامِ نور'' میں شائع شدہ مضمون پر نظر ثانی کی، قصیدے سے متعلق بعض گوشے جو مضمون کی اشاعت کے بعد نظر میں آئے تھے ان کا اضافہ کیا، اس طرح زیرِ نظر کتاب مرتب ہوئی اور اب اہل ذوق اور محبانِ اہلِ بیت کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

جناب محمد رضاءالحسن صاحب اب دوبارہ مستعد ہوگئے ہیں اور عن قریب یہ کتاب لاہور سے بھی شائع ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزاے خیر عطا فرمائے۔

ربِّ قدیر ومقتدر اس حقیر سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائے، رسول اور آل رسول (علیہ و علیہم السلام) کی اِطاعت، کامل محبت اور سچی عقیدت عطا فرمائے، دنیا میں ان کی برکات سے سرفراز فرمائے، ان کے محبین اور خدام کے زمرے میں حشر فرمائے اور قیامت کے دن ان کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین!

اُسید الحق قادری — ۱۱ر ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ

خانقاہِ عالیہ قادریہ، بدایوں — ۱۷ر اکتوبر ۲۰۱۳ء

تقریظ

مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری
(اسسٹنٹ پروفیسر، یونی ورسٹی آف فیصل آباد، پاکستان)

بادشاہوں کے دربار میں لہک لہک کر قصائد سنانا اور پھر داد و تحسین اور انعام و اکرام حاصل کرنا بعض پیشہ ور عرب شعرا کو بھلا محسوس ہوتا تھا۔ مگر ایسے شعرا کو عربی ادب کے ناقدین نے ''الشعراء المتکسبون'' کے عنوان سے یاد کیا ہے۔ جذبوں کی سچائی اور احساسات کی حرارت سے عاری شاعری کو بے روح قرار دیا گیا ہے۔ ایسی شاعری میں الفاظ کے موتی اگر چہ بڑی خوب صورتی سے پروئے گئے ہوں، تخیل کی پرواز بھی بلند ہو، مگر ناقدین اسے معیاری شاعری تسلیم نہیں کرتے، کیوں کہ جذبوں اور احساسات کی سچائی کے بغیر الفاظ کو دھڑکنیں نصیب نہیں ہوتیں اور دلوں کو وجد سے آشنائی نہیں ملتی۔

چمنستانِ اہلِ بیت کے گلِ سر سبد سیّدنا علی زین العابدین ﷺ کی مدح میں لکھے گئے زیر نظر ''قصیدۂ میمیہ'' کے شاعر فرزدق تمیمی کو اپنے منفرد لب و لہجے کے سبب عربی ادب کی تاریخ میں نمایاں مقام حاصل ہے، مگر اسے شہرتِ دوام ایک ایسے فی البدیہ قصیدے کی وجہ سے حاصل ہوئی جس پر اسے اموی ولی عہد ہشام بن عبدالملک کی طرف سے نہ صرف یہ کہ صلہ اور ستائش کی امید نہ تھی بل کہ اس کی ناراضی کا یقینی امکان بھی موجود تھا اور ہوا بھی یہی کہ فرزدق کو اس قصیدے کی پاداش میں عملی طور پر قید و بند کی صعوبتیں جھیلنا پڑیں۔ یہ فرزدق کے جذبۂ محبتِ اہلِ بیت کی سچائی تھی کہ ظلم و جبر کے سایے اسے خوف زدہ نہیں کر پائے۔ پھر جب سیّدنا علی زین العابدین نے انعام کے طور پر اسے بارہ ہزار درہم بھجوائے تو اس نے بہ صد ادب و احترام انعام قبول کرنے سے یہ کہتے ہوئے معذرت کر لی کہ اس نے یہ قصیدہ محض اللہ کی رضا کے لیے لکھا تھا۔

فرزدق کے حوالے سے اس کے ماضی کے تناظر میں مؤرخین نے کچھ بھی لکھا ہو مگر اِس قصیدے نے اسے ایسے مقام پر لا کھڑا کیا کہ اہل دل نے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مغفرت کی قوی امید ظاہر کی، اس لیے کہ ع رحمتِ حق بہانہ می جوید بہا نمی جوید

فرزدق کے جذبے کی سچائی اس کے لکھے ہوئے قصیدۂ میمیہ کے ایک ایک لفظ سے جھلکتی ہے۔ یہی نہیں بل کہ حرف حرف سے محبتِ اہلِ بیت کی مہک پھوٹتی ہے اور مشامِ جاں کو معطر کیے جاتی ہے۔

فرزدق کو اس کے زیرِ نظر قصیدے کی بہ دولت حاصل ہونے والی جس نعمت کا اہل دل نے اظہار فرمایا اس کے سبب دردِ دل سے آشنا ہمارے فاضل دوست اور ایک علمی وروحانی خاندان کے چشم و چراغ حضرت علامہ اسید الحق محمد عاصم قادری بدایونی ﷾ کو اس قصیدۂ میمیہ سے ایسی اُنسیت ہوئی کہ اُنھوں نے عوام الناس کے افادے کے لیے اِس قصیدے کا ایک تحقیقی مطالعہ اور اردو ترجمہ پیش کر دیا۔ اُنھوں نے فرزدق کی مغفرت کے حوالے سے لکھے گئے پُر امید کلمات تحریر کرنے کے بعد فرمایا کہ ”اہل علم اور صاحبانِ دل کے ان اقوال کو دیکھ کر یہ گناہ گار راقم الحروف بھی اس قصیدے کے ترجمہ کرنے اور اس کی نشر و اشاعت کرنے کے صلے میں رسول اور آلِ رسول (**علیہ و علیہم السلام**) سے شفاعت اور اللہ تعالیٰ سے رحمت کا امیدوار ہے۔“

حضرت محدثِ اعظم پاکستان کے ایک شاگرد مولانا عبدالغفار ظفر صابری نے کہا تھا:

بڑا ہی صاحبِ توقیر ہوں مَیں　　　نبی کی آل کا قطمیر ہوں مَیں

اللہ تعالیٰ حضرت مترجم کے علم اور قلم کو مزید تابانیاں عطا فرمائے اور آپ کی اس تحقیق کو اہل دل کے لیے اہل بیت سے وابستگی کو مزید پختگی کا ذریعہ بنائے۔

دائرُ الاسلام کے باہمت، بلند حوصلہ اور خوش خصال منتظم جناب محمد رضاء الحسن قادری صاحب پیشِ نظر تحقیق کو چھاپنے پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔

۱ر شعبان ۱۴۳۴ھ　　　**ممتاز احمد سدیدی**

۱۰ر جون ۲۰۱۳ء　　　لاہور (پاکستان)

تمہید و تعارف

بنواُمیہ کا دورِ حکومت ہے، حج کے موسم میں ہزاروں بندگانِ خدا حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے دور دور سے کھنچے چلے آرہے ہیں، صحنِ کعبہ میں ازدحام کا یہ عالم ہے کہ تل دھرنے کو جگہ نہیں ہے۔ اس حج کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ اس سال خلیفۃ المسلمین کا بیٹا ہشام بن عبدالملک بھی ملک شام سے سفر کر کے حج بیت اللہ کے لیے آیا ہے، اس کے ساتھ اراکینِ سلطنت اور اعیانِ مملکت کے علاوہ اس کے بہت سے شامی دوست بھی ہیں۔ اس حج میں عہدِ اموی کا مشہور شاعر ابوفراس ہمام بن غالب فرزدق تمیمی بھی ہے۔

ہشام بن عبدالملک حجر اسود کا بوسہ لینے کے لیے آگے بڑھا، شاید اس کے ذہن میں یہ بات ہو کہ شاہ زادگی، دُنیاوی کروفر اور شان و شوکت دیکھ کر لوگ اس کے سامنے سے ہٹ جائیں گے اور وہ بہ آسانی حجرِ اسود کا بوسہ لے لے گا۔ لیکن لوگوں نے ہشام اور اس کے لاؤ لشکر کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی، کچھ دیر بھیڑ میں دھکے کھانے کے بعد ہشام نے حجر اسود کو بوسہ دینے کا اِرادہ ترک کیا اور مطاف کے ایک کنارے پر آکر کھڑا ہو گیا۔

اِسی درمیان گلستانِ نبوت کے گلِ سرسبد، خانوادۂ شیرِ خدا کے چشم و چراغ، خاتونِ جنت کے لختِ جگر اور امامِ عالی مقام کے صاحب زادے امام زین العابدین علی بن حسین (رضی اللہ عنہم) صحنِ کعبہ میں داخل ہوئے، جیسے ہی لوگوں کی نظر امام زین العابدین کے چہرۂ انور پر پڑی بھیڑ کائی کی طرح پھٹ گئی، آپ پورے اِطمینان کے ساتھ حجر اسود کے پاس پہنچے اور اس کو بوسہ دے کر طواف کا آغاز کیا، دورانِ طواف آپ جس طرف سے بھی گزرتے لوگ ادب و اِحترام سے ایک طرف ہٹ جاتے۔ ہشام کے ساتھ جو لوگ شام سے آئے تھے ان کے لیے یہ بڑا حیرت انگیز نظارہ تھا، کیوں کہ وہ کچھ دیر پہلے مملکتِ بنواُمیہ کے شہ زادے کی قدر و منزلت دیکھ ہی چکے تھے۔ انہیں میں سے کسی شخص نے ہشام سے پوچھا کہ ”یہ کون ہے؟“

ہشام امام زین العابدین کو خوب اچھی طرح جانتا پہچانتا تھا، مگر وہ پہلے ہی ان شامیوں کے سامنے خفت محسوس کر رہا تھا، اس نے سوچا کہ اگر ان نوجوان کے بارے میں ان کو

بتاؤں تو کہیں یہ شامی انہیں کی طرف مائل نہ ہو جائیں، یہ سوچ کر اس نے تجاہلِ عارفانہ برتتے ہوئے یک گونہ اہانت آمیز لہجے میں جواب دیا کہ ''میں نہیں جانتا یہ کون ہے۔''

ابو فراس فرزدق قریب ہی کھڑا ہوا تھا، اس کو اہلِ بیت نبوت کے اس گلِ سرسبد کی یہ اہانت برداشت نہیں ہوئی، اس کی اسلامی غیرت بیدار ہوئی اور وہ شامی کی طرف متوجہ ہو کر بولا کہ میں ان کو جانتا ہوں، مجھ سے پوچھو یہ نوجوان کون ہے؟ شامی نے کہا کہ بتاؤ یہ کون ہیں؟ فرزدق نے امام زین العابدین کی شان میں فی البدیہ ایک فصیح و بلیغ قصیدہ نظم کر کے برجستہ سنا دیا۔ اس نے کہا کہ:

یہ وہ مقدس شخصیت ہے کہ جس کے نقشِ قدم کو وادیِ بطحا (یعنی مکہ مکرمہ) پہچانتی ہے اور بیت اللہ (یعنی کعبہ) اور حل و حرم سب ان کو جانتے پہچانتے ہیں۔

یہ تو اس ذات گرامی کے لختِ جگر ہیں جو اللہ کے تمام بندوں میں سب سے بہتر ہیں (یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) یہ پرہیز گار، تقویٰ والے، پاکیزہ، صاف ستھرے اور قوم (قریش) کے سردار ہیں۔

جب ان کو قبیلہ قریش کے لوگ دیکھتے ہیں تو ان کو دیکھ کر کہنے والا یہی کہتا ہے کہ ان کی بزرگی و جواں مردی پر بزرگی و جواں مردی ختم ہے۔

تمہارا یہ کہنا کہ ''یہ کون ہیں؟'' ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا، جس ذاتِ گرامی (کو پہچاننے) سے تو انکار کر رہا ہے ان کو تو عرب و عجم سب جانتے ہیں۔

یہ خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہرا (رضی اللہ عنہا) کے لختِ جگر ہیں، اگر تو ان کو نہیں جانتا (تو سن لے کہ) ان کے محترم نانا (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) پر انبیائے کرام کے سلسلے کا اختتام ہوا ہے۔ (ترجمہ اشعار)

فی البدیہ اور برجستہ ہونے کے باوجود یہ قصیدہ نہ صرف یہ کہ زبان و بیان کی رو سے نہایت اعلیٰ پیمانے کا تھا بلکہ اس میں امام زین العابدین کے خاندانی اور ذاتی تمام فضائل و کمالات بڑی عمدگی اور فن کارانہ مہارت سے نظم کر دیے گئے تھے۔ اس لیے یہ قصیدہ محبانِ اہلِ بیت اور اربابِ شعر و ادب دونوں کے یہاں معروف و مقبول رہا ہے۔

زین السجاد امام زین العابدین علی بن حسین

ایک تعارُف

اِمام زین العابدین شہ زادۂ گل گوں قبا، شہیدِ اعظم، امام عالی مقام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے شہ زادے اور حضرت علی مرتضیٰ و خاتونِ جنت کے پوتے ہیں۔ خاندانی نجابت و شرافت کے ساتھ ساتھ ذاتی اوصاف وکمالات کی بنیاد پر معاصرین میں نمایاں شرف و فضیلت رکھتے ہیں۔ زہد وتقویٰ، جود وسخا، تواضع وانکساری اور غربا پروری میں ضرب المثل ہیں۔ شب بیداری، عبادت گزاری او رسجدہ ریزی میں ایسے ممتاز ہوئے کہ ''زین العابدین'' اور ''زین السجاد'' کے لقب سے یاد کیے گئے۔

نسب مبارک اور ولادت:

آپ کا نسب مبارک اس طرح ہے: امام زین العابدین علی العلوی الہاشمی المدنی بن امام حسین بن امام علی مرتضیٰ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف۔

آپ کی والدہ کا نام سلامہ یا سلافہ یا غزالہ ہے۔ مؤرّخین لکھتے ہیں کہ آپ کی والدہ بادشاہ فارس یزدجرد کی صاحب زادئ تھیں۔ حافظ ابن کثیر نے زمخشری کی ''ربیع الابرار'' کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ یزدجرد بادشاہِ فارس کی تین بیٹیاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں قیدی بن کر مدینہ لائی گئی تھیں۔ ان میں سے ایک حضرت عبداللہ ابن عمر کے حصے میں آئیں، جن سے حضرت سالم بن عبداللہ کی ولادت ہوئی۔ دوسری حضرت محمد بن ابی بکر کو دی گئیں، جن سے حضرت قاسم پیدا ہوئے۔ تیسری حضرت امام حسین کو دی گئیں، جن سے حضرت امام زین العابدین پیدا ہوئے۔ (البدایة و النهایة: ج۱۲/۴۷۹)

امام زین العابدین کی ولادت لگ بھگ ۳۸ھ میں ہوئی۔ مدینہ منورہ میں اجلۂ صحابہ

اور تابعین کے زیر سایہ نشو ونما پائی۔

نام، کنیت، لقب:

حضرت امام حسین کے تین صاحب زادوں کا نام علی ہے۔ تینوں میں امتیاز کے لیے علی اکبر، علی اوسط اور علی اصغر کہا جاتا ہے۔ امام زین العابدین علی اوسط ہیں۔ حضرت علی اکبر اور حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہما نے معرکہ کربلا میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

امام ذہبی نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں لکھا ہے کہ امام زین العابدین کی کنیت ابوالحسن تھی، بعض لوگوں نے ابوالحسین اور بعض نے ابومحمد بھی لکھی ہے۔

(سیر اعلام النبلاء: ج۱/ص ۲۷۶۸، ترجمہ رقم ۳۹۱۴)

'زین العابدین' اور 'زین السجاد' آپ کے القاب ہیں جو کثرتِ عبادات اور کثرتِ سجود کی بنیاد پر آپ کے شایانِ شان ہیں۔

واقعہ کربلا اور امام زین العابدین:

سانحۂ کربلا کے وقت حضرت امام زین العابدین کا عنفوانِ شباب تھا، اس وقت آپ کی عمر ۲۲/۲۳ برس کے لگ بھگ تھی۔ آپ بھی قافلہ اہل بیت کے ہم راہ معرکہ حق و باطل میں شرکت کے لیے مدینہ منورہ سے کربلا روانہ ہوئے۔ اس درمیان آپ کی طبیعت سخت علیل ہوگئی۔ کربلا پہنچ کر مزاج اور زیادہ ناساز ہوگیا جس کے سبب آپ معرکے میں شرکت نہیں کر سکے۔ سرزمین کربلا پر گلشن اہل بیت کو تاراج کیا گیا۔ آپ نے اپنے آنکھوں کے سامنے اپنے بھائیوں، والد اور دیگر اہل بیت کو شہید ہوتے ہوئے دیکھا۔ امام عالی مقام کی شہادت کے بعد جب معرکہ سرد ہوا اور قافلہ اہل بیت کو یزید کے دربار میں پیش کرنے کے لیے لے جایا گیا تو اس میں آپ بھی تھے۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ یزید نے آپ کا اکرام کیا اور پوچھا کہ آپ کو کہاں بھیج دیا جائے؟ آپ نے واپس مدینہ منورہ جانے کے لیے فرمایا، چناں چہ قافلہ اہل بیت کو مدینہ منورہ واپس بھیج دیا گیا۔ سانحۂ کربلا کے وقت آپ کا بیمار ہو جانا اور جنگ میں شرکت نہ کر پانا اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم مصلحت اور حکمت

تھی، کیوں کہ امام حسین کے صاحب زادوں میں صرف آپ ہی باقی رہے اور نسل حسینی آپ ہی کے ذریعے آگے بڑھی۔ اگر خدانخواستہ سرزمین کربلا میں آپ بھی شہید ہو گئے ہوتے تو حضرت امام حسین کا سلسلۂ اولاد منقطع ہو گیا ہوتا۔

امام زین العابدین کے شیوخ وتلامذہ:

حافظ ذہبی امام زین العابدین کے شیوخِ حدیث کا ذکر کرتے ہیں، لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے والد امام حسین سے روایت حدیث کی ہے۔ آپ اپنے دادا جناب علی مرتضیٰ سے بھی مرسلاً روایت کرتے ہیں۔ اُمّ المومنین حضرت صفیہ سے بھی آپ نے روایت کی ہے، یہ روایت صحیحین میں موجود ہے۔ آپ نے حضرت عائشہ سے بھی روایت کی ہے جو صحیح مسلم میں موجود ہے۔ ان کے علاوہ آپ نے حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو رافع، اپنے عم محترم حضرت امام حسن مجتبیٰ، حبر الامہ حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت ام سلمہ، حضرت مسور بن مخرمہ، زینب بنت ابی سلمہ، مروان بن حکم، عبید اللہ بن ابی رافع، حضرت سعید بن مسیّب، سعید بن مرجانہ، ذکوان مولیٰ حضرت عائشہ اور حضرت عمر بن عثمان بن عفان رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حافظ ذہبی نے آپ سے روایت کرنے والے ائمہ ومحدثین میں سے بعض کے اسما درج کیے ہیں۔ جن میں آپ کے صاحب زادگان حضرت امام ابو جعفر محمد باقر، حضرت عمر بن علی، حضرت زید شہید اور حضرت عبداللہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ آپ سے روایت کرنے والوں میں امام زہری، امام یحییٰ بن سعید، حضرت ہشام بن عروہ اور عمرو بن دینار جیسے اربابِ علم وفضل اور اصحابِ فقہ وحدیث نمایاں ہیں۔ حکم بن عتیبہ، زید بن اسلم، ابو الزناد، علی بن جدعان، مسلم البطین، حبیب بن ابی ثابت، عاصم بن عبید اللہ، عاصم بن عمر بن قتادہ، قعقاع بن حکیم، ابو حازم الاعرج، عبداللہ بن مسلم بن ہرمز، محمد بن فرات تمیمی اور منہال بن عمرو وغیرہ شامل ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۱/ص ۲۶۸، ترجمہ رقم ۳۹۱۴)

طلبِ علم اور تواضع وانکساری:

امام زین العابدین بابِ مدینۃ العلم کے پوتے اور خود علومِ نبویہ کے وارث تھے، لیکن

اس کے باوجود بھی آپ حصولِ علم کے ہمیشہ مشتاق رہا کرتے تھے، جہاں بھی ان کو علم کی شمع جلتی ہوئی نظر آتی بلا تکلف اس سے استفادہ فرماتے تھے، اس میں آمپ کوئی عار محسوس نہ کرتے۔ آپ اکثر حضرت زید بن اسلم کی مجلس علم میں بیٹھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت نافع بن جبیر نے آپ سے کہا کہ ''اے امام! آپ سیّد الناس ہیں اور لوگوں میں سب سے افضل ہیں، پھر بھی آپ اِس غلام (زید بن اسلم) کی مجلس میں جاتے ہیں؟'' حضرت زین العابدین نے فرمایا کہ ''آدمی کو جہاں سے بھی علم حاصل ہو اس کو چاہیے کہ اس کو اخذ کرے۔'' (حلیۃ الاولیاء: ج۳/ص۱۳۸)

جودونوال:

حافظ ابونعیم ''حلیۃ الاولیاء'' میں اپنی سند سے عمرو بن دینار کی روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت محمد بن اسامہ بن زید سخت بیمار ہوئے، امام زین العابدین ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت محمد بن اسامہ رونے لگے، امام زین العابدین نے رونے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے بتایا کہ میرے اوپر قرض ہے، امام زین العابدین نے پوچھا کہ آپ کے اوپر کتنا قرض ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا: پندرہ ہزار دینار، امام زین العابدین نے بلا تامل فرمایا کہ آپ بے فکر ہو جائیں، وہ قرض اب میرے ذمے ہے۔ (حلیۃ الاولیا: ج۳/ص۱۴۱)

غربا پروری:

امام ذہبی نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں، ابن سعد نے ''طبقات'' میں اور حافظ ابو نعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں امام زین العابدین کی سخاوت، فیاضی، دریا دلی اور مخلوقِ خدا کی خدمت و مدد کے سلسلے میں متعدد واقعات اپنی اپنی سندوں سے روایت کیے ہیں۔ سیرت نگاروں اور مؤرّخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام زین العابدین سخاوت و فیاضی میں اپنے اجداد کے سچے وارث تھے۔ غربا پروری کا یہ عالم تھا کہ مدینہ منورہ میں آپ ۱۰۰ار غریب گھروں کی کفالت کیا کرتے تھے اور وہ بھی اس شان سے کہ کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی تھی

،حتیٰ کہ جن لوگوں تک آپ سامانِ خورونوش پہنچاتے تھے ان کو بھی خبر نہیں تھی کہ یہ سامان کون پہنچاتا ہے۔ آپ رات کے اندھیرے میں ان غربا کے گھر سامان پہنچاتے تھے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو اس کے بعد سے رات میں سامان پہنچنے کا سلسلہ موقوف ہوگیا، اس سے لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہ نیک بندہ جو رات میں ہمارے لیے خاموشی سے سامان لایا کرتا تھا وہ کوئی اور نہیں بل کہ امام زین العابدین تھے۔ بعض روایتوں کے مطابق جب بعد وصال آپ کو غسل دیا جانے لگا تو غسل دینے والوں نے پشت کی جانب کندھوں کے بیچ میں ایک نشان دیکھا، جس سے معلوم ہوا کہ آپ رات میں آٹے کی بوری کندھے پر لاد کر نکلتے تھے اور غرباء و مساکین میں تقسیم کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ کی پشت پر نشان بن گیا ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ چھپا کر صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ آپ کے وصال کے بعد لوگوں نے کہا کہ آج معلوم ہوا کہ چھپا کر صدقہ کرنا کیا ہوتا ہے۔

(حلیۃ الاولیا: ج۳/ص۱۳۶)

تقویٰ و پرہیزگاری:

حضرت سعید بن میتب سے کسی نے کہا کہ میں نے فلاں سے زیادہ متقی و پرہیزگار کسی کو نہیں دیکھا، اس پر حضرت ابن میتب نے فرمایا کہ کیا تم نے علی بن حسین کو دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں، حضرت ابن میتب نے فرمایا کہ میں نے علی بن حسین سے بڑھ کر متقی و پرہیزگار کسی کو نہیں پایا۔ (سیر أعلام النبلاء: ج۱/ص۲۷۶۹، ترجمہ رقم ۳۹۱۴)

اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم :

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ امام زین العابدین نے اپنی صاحب زادی کا نکاح اپنے غلام سے کردیا اور اپنی باندی کو آزاد کر کے خود اس سے نکاح کرلیا۔ اس پر عبد الملک نے ملامت کی کہ آپ نے یہ کیا کیا کہ اپنی شہ زادی ایک غلام کو دے دی اور خود ایک لونڈی کو اپنے نکاح میں لے آئے۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ یعنی تمہارے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک

زندگی میں پیروی کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کیا تھا اور اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش کا نکاح اپنے غلام حضرت زید بن حارثہ سے کر دیا تھا۔ مَیں نے جو کیا ہے وہ اسی اسوۂ رسول کی پیروی میں کیا ہے۔ (البداية و النهاية: ج۱۲/۴۹۱)

خشیتِ الٰہی:

ابراہیم بن محمد شافعی نے سفیان سے بہ اسنادِ مرسل روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ امام زین العابدین نے حج کا ارادہ کیا، جب حج کے لیے احرام باندھا تو آپ کا چہرہ زرد ہو گیا اور آپ پر کپکپی طاری ہو گئی اور یہ حالت ہو گئی کہ آپ تلبیہ (لبيك اللّٰهم لبيك) بھی نہیں کہہ سکے، لوگوں نے کہا کہ آپ تلبیہ کیوں نہیں کہہ رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا مَیں ڈرتا ہوں کہ مَیں اِدھر سے اللّٰهم لبيك کہوں اور اُدھر سے جواب آئے: لا لبيك۔ پھر آپ نے لبيك اللّٰهم لبيك کہا تو آپ پر غشی طاری ہو گئی اور آپ سواری سے گر گئے۔ پھر حج کے اختتام تک آپ کی خشیت اور گریہ وزاری کی یہی کیفیت رہی۔

(سير أعلام النبلاء: ج۱/ص۲۷۶۹، ترجمہ رقم ۳۹۱۴)

عبادت کی تین قسمیں:

امام زین العابدین نے فرمایا کہ عبادت کی تین قسمیں ہیں: کچھ لوگ اللہ کے خوف کی وجہ سے اس کی عبادت کرتے ہیں یہ غلاموں کی عبادت ہے جو اپنے آقا کے عقاب کے خوف سے عبادت کرتے ہیں۔ کچھ لوگ جنت کی امید پر عبادت کرتے ہیں یہ تاجروں کی عبادت ہے۔ کچھ لوگ محض اللہ کے شکر کے لیے اس کی بندگی کرتے ہیں یہ نہ تاجروں کی عبادت ہے نہ غلاموں کی عبادت ہے بل کہ یہ آزاد مردوں کی عبادت ہے۔

(حلية الاولياء: ج۳/ص۱۳۴)

گریہ وزاری:

امام زین العابدین بہت رقیق القلب اور کثیر البکا تھے۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ

آپ اس قدر کیوں روتے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے غم میں اتنا روئے کہ آپ کی آنکھیں جاتی رہیں، جب کہ ان کو معلوم نہیں تھا کہ حضرت یوسف کا وصال ہوگیا یا نہیں۔ جب کہ میرا حال یہ ہے کہ میری آنکھوں کے سامنے میرے گھر کے دسیوں افراد ایک ہی دن میں شہید کردیے گئے، کیا تم گمان کرتے ہو کہ ان کا غم میرے دل سے چلا جائے گا۔ (البدایۃ و النھایۃ: ج۱۲/ص۴۸۸)

تفقہ اور ثقاہت:

علمائے جرح وتعدیل بہ اِتفاقِ رائے آپ کو ثقہ، مامون اور حجت تسلیم کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحاحِ ستہ کے مصنّفین نے بلا تکلف اپنی کتب میں آپ سے مروی احادیث درج کی ہیں۔

امام ذہبی نے امام زہری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ ''مَیں نے علی بن حسین سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں دیکھا۔'' (تذکرۃ الحفاظ: ج۱/ص۶۴)

ابن سعد ''طبقات'' میں لکھتے ہیں:

كان علي بن الحسين ثقة مامونًا، كثير الحديث، عاليًا، رفيعًا ورعا۔ (طبقاتِ کبریٰ: ج۷/ص۲۱۹)

حضرت علی بن حسین ثقہ اور مامون تھے، کثیر الحدیث، عالی مرتبت، رفیع القدر صاحب ورع تھے۔

اِفتخارِ اہلِ بیت:

امام زین العابدین کے بارے ان کے معاصر ائمہ بہ یک زبان شہادت دیتے ہیں کہ آپ اپنے زمانے میں اہل بیت کے درخشاں ستارے اور ان میں علم و فضل کے اعتبار سے سب سے افضل تھے۔ حضرت معمر زہری سے روایت کرتے ہیں کہ امام زہری نے فرمایا کہ:

لم أدرك من أهل البيت أفضل من علي بن الحسين۔

(سیر اعلام النبلاء: ج۱/ص۲۷۶۹، ترجمہ رقم ۲۰۹۱۴)

مَیں نے اہل بیت میں حضرت علی بن حسین سے افضل کسی کو نہیں پایا۔

حضرت عبدالرحمٰن اپنے والد حضرت زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

ما رأیت فیهم مثل علی بن الحسین۔ (مرجع سابق، نفس صفحہ)

مَیں نے اہل بیت میں حضرت علی بن حسین کی مثل کسی کو نہ دیکھا۔

ابن وہب امام مالک سے روایت کرتے ہیں کہ امام مالک فرمایا کرتے تھے:

لم یکن في أهل البیت مثله۔ (مرجع سابق، نفس صفحہ)

اہل بیت میں کوئی ان کی مثل نہیں ہے۔

خوفِ آخرت:

امام زین العابدین اپنے ان تمام فضائل و کمالات کے باوجود اس درجہ خوفِ آخرت رکھتے تھے کہ آخرت کا خیال آتے ہی گریہ کناں ہوجایا کرتے تھے۔ حافظ ذہبی ابونوح انصاری کی روایت نقل کرتے ہیں کہ اُنھوں نے فرمایا:

وقع حریق في بیت فیه علي بن الحسین وهو ساجد فجعلوا یقولون یا ابن رسول اللّٰه النارفما رفع رأسه حتی طفئت فقیل له في ذلك فقال الهتني عنها النار الاخریٰ۔(مرجع سابق، نفس صفحہ)

ایک گھر میں حضرت علی بن حسین سجدہ کررہے تھے کہ اس میں آگ لگ گئی، لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہزادے! آگ آگ۔ آپ نے سجدے سے سر نہیں اٹھایا یہاں تک کہ آگ بجھ گئی، جب آپ سے اس بارے میں عرض کیا گیا (کہ آپ نے آگ کے باوجود سر سجدے سے نہیں اٹھایا اور گھر سے باہر نہیں آئے) تو آپ نے فرمایا کہ ''مجھے آخرت کی آگ نے اِس آگ سے غافل کردیا۔''

اِمام زین العابدین کی نظر میں شیخین کا مرتبہ:

ابو حازم مدنی روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے سنا کہ کسی نے امام زین العابدین سے

سوال کیا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت صدیق اکبر اور حضرت فارُوقِ اعظم رضی اللہ عنہما کا کیا مقام تھا؟ اس سوال کے جواب میں امام زین العابدین نے قبر اطہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بارگاہِ رسالت میں ان دونوں حضرات کا وہی مقام ومرتبہ تھا جو اِس وقت ہے۔ یعنی جس طرح یہ دونوں حضرات آج حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آرام فرما رہے ہیں بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہی مقامِ قرب واِتصال ان دونوں حضرات کو حیاتِ ظاہری میں بھی حاصل تھا۔

حافظ ذہبی نے یحییٰ بن کثیر کی روایت درج کی ہے، وہ حضرت امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں، وہ اپنے والد حضرت امام محمد باقر سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص امام زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ”مجھے ابو بکر کے بارے میں کچھ بتایئے!“ آپ نے فرمایا کہ ”کیا تم صدیق کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟“ اُس سائل نے حیرت سے کہا کہ ”کیا آپ بھی ابو بکر کو صدیق کہتے ہیں؟“ آپ نے فرمایا کہ ابو بکر کا نام صدیق اُنھوں نے رکھا ہے جو مجھ سے افضل وبہتر ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات مہاجرین اور حضرات انصار علیہم السلام نے، تو جو ان کو صدیق نہ کہے اللہ تعالیٰ اس کی بات کو کبھی سچا نہ کرے۔ تو یہاں سے دفع ہو جا اور جا کر پہلے ابو بکر وعمر سے محبت کر! (مرجع سابق، ص ۲۷۰)

کشادہ قلبی:

ابو یعقوب مدنی روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی بات پر امام زین العابدین اور ان کے چچازاد بھائی حضرت حسن بن حسن کے درمیان کچھ ناراضی ہوگئی، حضرت حسن نے غصے میں حضرت زین العابدین کو کافی کچھ کہہ دیا، حضرت زین العابدین خاموش سنتے رہے۔ حضرت حسن واپس چلے گئے۔ جب رات ہوئی تو امام زین العابدین حضرت حسن بن حسن کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت حسن سے فرمایا کہ اے میرے چچا کے بیٹے! جو کچھ تم نے میرے بارے میں کہا: اگر وہ سچ ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور اگر سچ نہیں جھوٹ ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے، تم پر سلامتی ورحمت ہو! یہ سننا تھا کہ حضرت حسن بن

حسن نے امام زین العابدین کو سینے سے لگالیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

(مرجع سابق، ص۲۷۱)

عبادت گزاری:

مصعب بن عبداللہ امام مالک سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے فرمایا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ حضرت زین العابدین دن رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے، ان کا یہ معمول ان کے وصال تک برابر جاری رہا۔ آپ کی اس عبادت گزاری کی وجہ سے ہی آپ کا لقب ''زین العابدین'' ہوا۔ (مرجع سابق: ص۲۷۰)

اولادِ امجاد:

یہ ہم پیچھے لکھ چکے ہیں کہ مشیتِ ایزدی کو یہی منظور تھا کہ نسلِ حسینی امام زین العابدین کے واسطے سے آگے بڑھے، اس لیے معرکہ کربلا میں آپ بیماری کی وجہ سے شریک نہیں ہوئے اور صحیح سلامت مدینہ منورہ واپس آگئے۔ آپ کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت دی اور ساری دنیا میں نسل حسینی پھیل گئی۔

علاء الدین المدرس نے آپ کی اولاد امجاد کے سلسلے میں تحقیق کی ہے۔ ان کی کتاب ''النسب والمصاهرة بين أهل البيت و الصحابة'' سے استفادہ کرتے ہوئے یہاں آپ کے صاحب زادگان اور صاحب زادیوں کے اسما درج کیے جاتے ہیں:

آپ کا عقد حضرت امام حسن مجتبیٰ کی شہزادی سے ہوا، جن سے حضرت حسن، حضرت حسین اکبر، حضرت امام محمد باقر اور حضرت عبداللہ تولد ہوئے۔ آپ کی دیگر ازواج سے حضرت عمر، حضرت امام زید شہید، حضرت علی، حضرت حسین اصغر، حضرت سلیمان، حضرت قاسم رضی اللہ عنہم ہیں۔ آپ کی صاحب زادیوں میں سیّدہ خدیجہ، سیّدہ علیہ (ام علی)، سیّدہ کلثوم، سیّدہ ملیکہ، سیّدہ حسنہ (ام الحسن)، سیّدہ ام الحسین اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن شامل ہیں۔

(النسب و المصاهرة بين أهل البيت و الصحابة: ص۲۶۸)

وصال اور مزار مبارک:

آپ کے سنہ وصال کے بارے میں امام ذہبی نے ۴/ اقوال ذکر کیے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ واقدی، ابوعبید، بخاری، فلاس اور امام زین العابدین کے پوتے امام جعفر صادق نے فرمایا ہے کہ امام زین العابدین کا وصال سنہ ۹۴ھ میں ہوا۔ حضرت یحییٰ بن عبد اللہ بن حسن نے فرمایا کہ امام زین العابدین کا وصال ۱۴/ ربیع الاول شب سہ شنبہ سنہ ۹۴ھ میں ہوا۔ ابونعیم اور شباب نے کہا کہ آپ کا وصال سنہ ۹۲ھ میں ہوا۔ معن بن عیسیٰ نے سنہ ۹۳ھ اور یحییٰ بن بکیر نے سنہ ۹۵ھ لکھا ہے۔ لیکن امام ذہبی کے نزدیک پہلا والا قول صحیح ہے۔ (سیر أعلام النبلاء: ج/۱ص ۲۷۶۹، ترجمہ رقم ۳۹۱۴)

آپ کے سنہ وصال کے بارے میں گوکہ روایات میں اختلاف ہے، لیکن یہ یقینی بات ہے کہ آپ نے مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں اپنے تایا امام حسن مجتبیٰ کے پہلو میں آخری آرام گاہ قرار پائی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

انھیں بقیع میں دفن کیا گیا، اسی قبر میں جس میں ان کے چچا حسن بن علی رضی اللہ عنہ مدفون تھے، اس کے بعد اسی قبر میں ان کے لڑکے محمد باقر اور ان کے بیٹے کے بیٹے جعفر صادق رضی اللہ عنہم اجمعین دفن کیے گئے۔ کمال ہے اس قبر کی بزرگی اور کرامت پر اور آج یہ قبر ایک قبے میں ہے کہ جس میں عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔ (احوال ائمۂ اثنا عشر: ص۴۳)

افسوس کہ سعودی حکومت نے اس قبے کو شہید کر دیا۔ آج وہاں قبے کی جگہ صرف پتھر رکھا ہے جو اس مبارک قبر کا نشان ہے اور وہاں بھی اہل محبت وعقیدت کو صحیح طرح سے فاتحہ پڑھنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔



ابوفراس ہمام بن غالب فرزدق تمیمی

فَرَزْدَقْ (وفات: ۱۱۰ھ) عہد بنواُمیہ کا ایک قد آور شاعر ہے، بصرہ میں پیدا ہوا اور یہیں نشو ونما ہوئی، ہم عصر اموی شاعر جریر سے اس کی خوب شعری معرکہ آرائیاں ہوئیں جن کے قصے اور اشعار آج بھی شائقین ادب کے لیے دل چسپی کا موضوع ہیں۔

فرزدق نے اپنی شاعری میں اندازِ بیان اور اسلوب میں جدتیں دکھائیں، خاندانی فخر ومباہات کی غلو آمیز مثالیں اس کے کلام میں نمایاں ہیں، ایامِ عرب کے قصے اور قدیم جاہلیت کے تصورات کے احیا میں اس نے بڑا زور صرف کیا۔ (تاریخ ادبیاتِ عربی: ص۱۰۳)

اس کی شاعری کے اسی پہلو کے مدنظر ماہرین ادب کا یہ قول مشہور ہے کہ "اگر فرزدق کی شاعری نہ ہوتی تو عربی زبان کا تہائی حصہ تلف ہو جاتا"۔ (تاریخ ادبیاتِ عربی: ص۱۴۷)

فرزدق کے اخلاق وکردار اور عادات واطوار کے بارے میں تقریباً سبھی مؤرخین کا اتفاق ہے کہ "وہ ایک برا شخص تھا، اس کے اخلاق گھٹیا تھے، فسق وفجور کا عادی اور عیاشی کا دل دادہ تھا۔" (تاریخ ادبیاتِ عربی: ص۱۰۲)

آدمی عملی طور پر کتنا ہی برا کیوں نہ ہو مگر کبھی کبھی اس کے اندر ایمانی اور اسلامی حمیت بیدار ہو ہی جاتی ہے، صحنِ کعبہ کا گزشتہ واقعہ اسی ذیل میں آتا ہے۔

فرزدق کی قید وبند اور امام کی سخاوت:

تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ جب فرزدق کا یہ مدحیہ قصیدہ ہشام نے سنا تو بہت ناراض ہوا اور اس قصیدے کی پاداش میں فرزدق کو قید خانے میں ڈلوا دیا۔ جب امام زین العابدین کو خبر ہوئی کہ ہشام نے فرزدق کو قید کروا دیا ہے اور اس کا جرم صرف یہ ہے کہ اس نے آپ کی مدح میں قصیدہ نظم کیا تھا، اس سے آپ کا دریائے سخاوت جوش میں آیا اور آپ

نے بہ طور انعام ایک خطیر رقم فرزدق کو بھجوائی، مگر فرزدق نے یہ کہہ کر وہ انعام لینے سے انکار کردیا کہ ''مَیں نے وہ قصیدہ محض اللہ تعالیٰ کی خوش نودی حاصل کرنے کے لیے نظم کیا تھا، اس کے ذریعے دنیاوی مال و دولت کمانا مقصود نہیں تھا''، لیکن امام زین العابدین نے ارشاد فرمایا کہ ''ہم خاندانِ اہلِ بیت سے تعلق رکھتے ہیں، ہمارا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی چیز کسی کو عطا کردیتے ہیں تو واپس نہیں لیتے۔'' بالآخر فرزدق نے آپ کے اس انعام کو قبول کرلیا۔

علامہ ابن خلکان ''وفیات الاعیان'' میں لکھتے ہیں:

فلما سمع هشام هذه القصيدة غضب وحبس الفرزدق وانفذ له زين العابدين اثنى عشر الف درهم فردها وقال مدحته للّٰه تعالٰى لا للعطا فقال انا اهل بيت اذا وهبنا شيئالا نستعيده فقبله۔

(وفیات الاعیان: ج٦/ص٩٧)

ترجمہ: جب ہشام نے یہ قصیدہ سنا تو غضب ناک ہوا اور فرزدق کو قید میں ڈال دیا، امام زین العابدین نے اس کے لیے ١٢/ ہزار درہم بہ طور تحفہ بھجوائے تو ہشام نے وہ تحفہ واپس کردیا اور کہا کہ ''مَیں نے ان کی مدح و ثنا صرف اللہ تعالیٰ کی (خوش نودی کی) خاطر کی تھی، عطا و بخشش کے لیے نہیں کی تھی''، حضرت زین العابدین نے ارشاد فرمایا کہ ''ہم اہل بیت جب کوئی چیز عطا کردیتے ہیں تو واپس نہیں لیتے'' تو فرزدق نے وہ تحفہ قبول کرلیا۔

امام یافعی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

قصیدۂ میمیہ باعثِ نجات اور ذخیرۂ آخرت:

امام زین العابدین کے تحفے کے جواب میں فرزدق نے جو بات کہی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے یہ قصیدہ محض دینی اور اسلامی حمیت کے باعث نظم کیا تھا، اس قصیدے کو فی البدیہ نظم کرنے کے پیچھے کوئی دنیاوی غرض یا لالچ نہیں تھی۔ اسی لیے بعض اہل علم اور

صاحبانِ دل نے فرمایا ہے کہ اسی قصیدے کی وجہ سے فرزدق کی نجات ومغفرت کی امید کی جاسکتی ہے۔

''وفیات الاعیان'' میں علامہ ابن خلکان (وفات:۶۸۱ھ) لکھتے ہیں:

و تنسب الیه مکرمة یرجی له بها الجنة۔ (مرجع سابق:ص۹۵)

ترجمہ: فرزدق کی جانب ایک ایسا کارنامہ منسوب ہے جس کی بہ دولت اس کے لیے جنت کی امید کی جاتی ہے۔

تقریباً یہی بات ''مرآۃ الجنان'' میں امام یافعی (وفات:۷۶۸ھ) نے بھی لکھی ہے:

و تنسب الی الفرزدق مکرمة یرتجی له بها الرحمة فی دار الآخرة۔ (مرآۃ الجنان: ج۱/ص۲۳۹)

ترجمہ: فرزدق کی جانب ایک ایسا کارنامہ منسوب ہے جس کے ذریعے آخرت میں اس کے لیے رحمت کی امید کی جاتی ہے۔

شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی اس قصیدے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

امید ہے کہ پروردگار تعالیٰ آخرت میں فرزدق کی اسی قصیدے کی بنیاد پر بخشش فرمادے گا۔ (احوال ائمۂ اثنا عشر:ص۳۹)

پھر حضرت شیخ نے شیخ الحرمین ابوعبداللہ قرطبی سے منسوب ایک قول بھی نقل کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ:

اگر اللہ کے یہاں ابوفراس کا اس قصیدے کے علاوہ کوئی اور عمل نہ بھی ہو تو یہی اس کی مغفرت کے لیے کافی ہوگا کیوں کہ یہ سلطانِ جابر کے رو بہ رو اعلاے کلمۃ الحق ہے۔ (مرجع سابق)

اہل علم اور صاحبانِ دل کے ان اقوال کو دیکھ کر یہ گناہ گار راقم الحروف بھی اس قصیدے کے ترجمہ کرنے اور اس کی نشر و اِشاعت کرنے کے صلے میں رسول وآل رسول (علیہ وعلیہم السلام) سے شفاعت اور اللہ تعالیٰ سے رحمت ومغفرت کا امیدوار ہے۔

ہشام بن عبدالملک-ایک تعارف

ابوالولید ہشام اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کا بیٹا تھا۔ سنہ ۷۰ھ کے آس پاس پیدا ہوا۔ ناز ونعم میں پرورش پائی، انتہائی ذہین، عقل منداور زیرک تھا۔ اہل علم کی صحبت پسند کرتا تھا۔ اس کے والدخلیفہ عبدالملک بن مروان نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ اس نے محرابِ مسجد میں چار مرتبہ پیشاب کیا ہے، حضرت سعید بن مسیب سے خواب کی تعبیر پوچھی گئی، آپ نے فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تمہارے چار بیٹے خلیفہ ہوں گے۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا، عبدالملک کے چار بیٹے ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، یزید بن عبد الملک اور ہشام بن عبدالملک تختِ خلافت پر متمکن ہوئے۔

ہشام بن عبدالملک اپنے بھائی یزید بن عبدالملک کی وفات کے بعد شعبان ۱۰۵ھ میں خلیفہ مقرر ہوا، اُس وقت اس کی عمر کم وبیش ۳۴ ربرس تھی۔ اس کے عہد خلافت میں قیصریۃ الروم بہ زورِ شمشیر فتح ہوا۔ خجرہ فتح کیا گیا۔ حرسنہ فتح ہوا جوملطیہ کے نواح میں واقع ہے۔

امام سیوطی ''تاریخ الخلفاء'' میں لکھتے ہیں کہ ہشام بہت عقل منداور زیرک خلیفہ تھا۔ بیت المال میں اس وقت تک کوئی مال داخل نہیں ہونے دیتا تھا جب تک چالیس افراد گواہی نہ دے دیں کہ یہ مال حق سے حاصل کیا گیا ہے اوراس میں سے تمام اہل حق کا حق ادا کردیا گیا ہے۔

امام سیوطی نے حنبل بن محمد کی روایت نقل کی ہے کہ اُنھوں نے کہا: ''میں نے خلفا میں خوں ریزی کو ناپسند کرنے والا ہشام سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا''۔

حافظ ابن کثیر ''البدایۃ و النہایۃ'' میں لکھتے ہیں کہ معاملاتِ خلافت میں ہشام بہت زیرک تھا، مال کو جمع کرنے والا اور قدرے بخل کرنے والا تھا۔ سمجھ دار، عمدہ تدبیر کرنے والا، ہر چھوٹے بڑے معاملے پر گہری نظر رکھنے والا اور نہایت حلیم وبردبار تھا۔

ہشام نے ۱۹ ربرس ۷ یا ۸ ماہ حکومت کی۔ ربیع الآخر ۱۲۵ھ میں وفات ہوئی۔ اس کے بھتیجے ولید بن یزید نے نماز جنازہ پڑھائی اور وہی اس کے بعد تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔

(ماخوذ از: البدایۃ والنہایۃ: ج ۱۳/۱۵۱ تا ۱۵۹، تاریخ الخلفاء: ۱۷۲/۱۷۳)

قصیدۂ میمیہ :ایک تحقیقی مطالعہ

قصیدے کے اِنتساب کا قضیہ:

امام زین العابدین، ہشام بن عبدالملک اور فرزدقؔ کے ساتھ صحن کعبہ میں پیش آنے والا مذکورہ واقعہ کافی شہرت رکھتا ہے، بے شمار اصحابِ سیر وتذکرہ نے اس واقعے کو مکمل قصیدے یا قصیدے کے بعض اشعار کے ساتھ نقل کیا ہے۔ مگر اس کے باوجود اس قصیدے کے سلسلے میں علماء و اُدبا اور اصحابِ تاریخ کے درمیان اِختلافِ رائے موجود ہے، یہ اِختلاف قصیدے کے شاعر اور ممدوح دونوں کے بارے میں ہے۔ جن لوگوں نے اس کو ثابت مانا ہے ان میں اکثر اہل علم کا ماننا ہے کہ یہ قصیدہ فرزدقؔ کا ہے جو امام زین العابدین کی شان میں کہا گیا تھا، بعض حضرات نے قصیدے کی نسبت حزین کنانی[1] کی جانب کی ہے مگر قصیدے کا ممدوح امام زین العابدین ہی کو قرار دیا ہے۔ بعض حضرات نے اس قصیدے کے دو شعروں کو حزین کی جانب منسوب کر کے ان کا ممدوح عبداللہ بن عبدالملک کو قرار دیا ہے، بعض حضرات نے قصیدے کے شاعر کی حیثیت سے تو فرزدقؔ کا ذکر کیا ہے مگر قصیدے کا ممدوح امام زین العابدین کی بہ جائے ان کے والد امام حسین کو قرار دیا ہے۔ بعض روایتوں کے مطابق یہ قصیدہ جریر کا ہے، بعض نے کہا کہ یہ قصیدہ کثیرؔ کا ہے جو اس نے امام زین العابدین کے صاحب زادے امام محمد باقر کی شان میں کہا تھا۔

اِس اِختلافِ رائے کے سلسلے میں اب تک جو حوالے ہمارے مطالعے میں آئے ہیں تلخیص واختصار کے ساتھ پیش خدمت ہیں:

(۱) حافظ ابونعیم اصفہانی (وفات: ۴۳۰ھ) نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں امام زین

۱ - عمرو بن عبید بن وہب بن مالک ابوالحکم، شعراے بنو امیہ میں تھا، ۹۰ ہجری میں وفات ہوئی۔

العابدین کے تذکرے کے ضمن میں صحن کعبہ کا یہ واقعہ نقل فرما کر قصیدے کے ۸/ اشعار درج کیے ہیں، شاعر کی حیثیت سے فرزدق اور ممدوح کی حیثیت سے امام زین العابدین کا ذکر کیا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ج۳/ص۱۳۹)

(۲) ابن خلکان (وفات: ۶۸۱ھ) نے ''وفیات الاعیان'' میں پورا واقعہ ذکر کر کے مکمل قصیدہ نقل کیا ہے، فرزدقؔ کو شاعر اور امام زین العابدین کو ممدوح قرار دیا ہے۔

(وفیات الاعیان: ج۶/ص۹۵،۹۶)

(۳) امام یافعی (وفات: ۷۶۸ھ) نے بھی ''مرآۃ الجنان'' میں واقعے کے ساتھ مکمل قصیدہ نقل کیا ہے، آپ نے بھی واقعہ فرزدق اور امام زین العابدین سے ہی منسوب کیا ہے۔ (مرآۃ الجنان: ج۱/ص۲۳۹،تا۲۴۱)

(۴) حافظ ابن کثیر (وفات: ۷۷۴ھ) نے ''البدایۃ و النہایۃ'' میں الصولی اور جریری کے طرق کے حوالے سے امام زین العابدین، ہشام اور فرزدقؔ کا واقعہ ذکر کر کے فرزدقؔ کے نام سے مکمل قصیدہ نقل کیا ہے۔ (البدایۃ و النہایۃ: ج۱۲/ص۴۹۱تا۴۹۴)

یہاں اس بات کی طرف بھی اشارہ ضروری ہے کہ حافظ نے واقعے یا اس کے طرق پر کوئی نقد و جرح نہیں کی ہے، بل کہ ان کے ایک بیان (جو آگے آرہا ہے) سے اشارہ ملتا ہے کہ وہ ان اشعار کے فرزدق کی طرف انتساب اور امام زین العابدین کی مدح میں ہونے کو ترجیح دیتے ہیں۔

(۵) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (وفات: ۱۰۵۲ھ) نے یہ پورا واقعہ نقل کر کے شاعر کی حیثیت سے فرزدق اور ممدوح کی حیثیت سے امام زین العابدین کو تسلیم کیا ہے، نیز آپ نے مولانا جامی کی فارسی مثنوی سے ۳۲/ اشعار نقل کیے ہیں جو اس قصیدے کے منظوم فارسی ترجمے پر مشتمل ہیں۔ (احوال ائمۂ اثنا عشر: ص۴۰،۴۱)

(اِس مثنوی کا تذکرہ آگے آرہا ہے)

(۶) امام طبرانی (وفات: ۳۶۰ھ) نے ''المعجم الکبیر'' میں ابو حنیفہ محمد بن حنیفہ

الواسطی، یزید بن عمرو بن البراء الغنوی، سلیمان بن الہیثم کی سند سے یہ واقعہ ذکر کیا ہے، سلیمان بن الہیثم کا بیان ہے کہ یہ واقعہ فرزدق اور امام حسین کے درمیان پیش آیا، فرزدق نے یہ اشعار امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شان میں فی البدیہ نظم کیے تھے۔ ''المعجم الکبیر'' میں طبرانی نے قصیدے کے ۹ شعر نقل کیے ہیں۔

(المعجم الکبیر، ج۳/ص۱۰۶، ۱۰۷)

اِس روایت پر تنقید کرتے ہوئے شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

یہ روایت دو وجہوں سے ایک وہم اور خطا معلوم ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ ائمہ کا اس کے خلاف پر اتفاق ہے جیسا کہ ذکر ہوا اور دوسری وجہ جیسا کہ دارقطنی نے روایت کی ہے کہ فرزدق نے حسین رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا مگر ایک بار مکہ کے راستے میں۔ (احوال ائمہ اثنا عشر، ص۳۹)

حافظ ابن کثیر نے طبرانی کی یہ روایت نقل کر کے مندرجہ ذیل تنقید کی ہے:

ترجمہ: امام حسین کے تذکرے کے ذیل میں طبرانی نے اسی طرح روایت کیا ہے، حالاں کہ یہ غریب ہے، اس لیے کہ مشہور یہ ہے کہ یہ اشعار فرزدق نے علی بن حسین کی شان میں کہے ہیں نہ کہ ان کے والد (امام حسین) کی شان میں اور یہی زیادہ قرین قیاس ہے۔ اس لیے کہ فرزدق نے امام حسین کو صرف اسی وقت دیکھا تھا جب وہ حج کے لیے جا رہا تھا اور امام حسین عراق جا رہے تھے، تو حضرت حسین نے فرزدق سے لوگوں کے بارے میں پوچھا تھا تو اس نے وہ جواب دیا تھا جو پیچھے گذرا، پھر اس سے جدائی کے کچھ ہی دن بعد امام حسین شہید کر دیے گئے تھے تو فرزدق نے امام حسین کو کعبے کا طواف کرتے ہوئے کہاں دیکھ لیا؟ واللہ اعلم۔ (البدایة و النهایة، ج۱۱/۵۹۲)

(۷) ابوتمام (وفات: ۲۳۱ھ) نے ''دیوان الحماسة'' میں اس قصیدے کے ۵ رشعر حزین لیثی (کنانی) کے نام سے درج کیے ہیں، مگر ان کا ممدوح عبداللہ بن عبد

الملک کی بہ جائے امام زین العابدین ہی کو قرار دیا ہے۔ ان پانچ اشعار میں ایک شعر یہ بھی ہے:

یغضی حیاء ویغضی من مهابته فما یکلم الا حین یبتسم

یہ ان دو شعروں میں سے ایک ہے جن کو آمدی اور ابوالفرج وغیرہ نے بھی حزین کی طرف منسوب کیا ہے، جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

"دیوان الحماسة" کے مشہور شارح خطیب تبریزی نے شرح میں لکھا ہے کہ "کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار فرزدق کے ہیں"۔ (شرح دیوان الحماسة، ج۴/ص۸۲)

اس کے بعد اختصار کے ساتھ صحن کعبہ والا واقعہ نقل کیا ہے۔

(۸) ابوعبداللہ المصعب الزبیری (وفات: ۲۳۶ھ) نے کتاب "نسب قریش" میں مندرجہ ذیل دو شعر نقل کیے ہیں:

یغضی حیاء و یغضی من مهابته فما یکلم الا حین یبتسم

فی کفه خیزران ریحها عبق فی کف اروع فی عرنینه شمم

ان دونوں شعروں کو عبداللہ بن عبدالملک کے تذکرے میں حزین کی طرف منسوب کر کے درج کیا ہے۔ (نسب قریش: ص۱۶۴)

(۹) ابوالقاسم الحسن ابن بشیر الآمدی (وفات: ۳۷۰ھ) نے "المؤتلف و المختلف" میں ان دونوں شعروں کا انتساب حزین کی طرف کرتے ہوئے ان کو عبداللہ بن عبد الملک کی مدح میں قرار دیا ہے۔ (المؤتلف والمختلف، ص۱۱۱)

(۱۰) ابن قتیبہ الدینوری (وفات: ۲۷۰ھ یا ۲۷۶ھ) نے "الشعر و الشعراء" میں یہ دونوں اشعار شاعر کا نام ذکر کیے بغیر نقل کیے ہیں اور ان کو "بعض بنوامیہ" کی شان میں قرار دیا ہے۔ (الشعر والشعراء: ۶۴/۶۵)

(۱۱) ابوالفرج اصفہانی (وفات: ۳۵۶ھ) نے "الاغانی" میں یہ دونوں شعر حزین کی طرف منسوب کر کے عبداللہ بن عبدالملک کی مدح میں قرار دیے ہیں۔ ساتھ ہی یہ

ریمارک بھی دیا ہے:

ترجمہ عبارت: بعض لوگوں نے ان دونوں شعروں کو فرزدق کے ان اشعار کے ذیل میں روایت کیا ہے جو اس نے امام علی بن حسین کی مدح میں نظم کیے تھے جن کا پہلا شعر یہ ہے:

هذا الذی تعرف البطحاء الخ

اور یہ راویوں کی غلطی ہے کیوں کہ یہ دونوں شعر اس پایے کے نہیں ہیں جن سے امام علی بن حسین جیسوں کی مدح کی جائے اس لیے کہ ان کی تو وہ فضیلت ہے جو کسی اور میں نہیں ہے۔ (الاغانی: ج۱۴/ص۷۵)

''وفیات الاعیان'' کے حاشیے میں اصفہانی کی اس عبارت سے ڈاکٹر احسان عباس نے یہ نتیجہ نکالا کہ:

فالقصیدة صحیحة النسبة الیٰ فرزدق فی رأی ابی الفرج الا ان البیتین السادس و السابع لیسا منها۔

(حاشیة وفیات الاعیان: ج۶/ص۹۵)

ترجمہ: ابوالفرج کی رائے میں قصیدے کی نسبت فرزدق کی جانب درست ہے سوائے اس کے کہ چھٹا اور ساتواں شعر اس کے قصیدے کے نہیں ہیں۔

(۱۲) دیوان فرزدق میں بھی یہ قصیدہ امام زین العابدین کی مدح میں مذکورہ واقعے کے ساتھ درج ہے۔ (دیوانِ فرزدق مشمولہ مجموعہ خمسہ دواوین)

(۱۳) حضرت شیخ محقق کے بہ قول بعض حضرات نے ان اشعار کی نسبت جریر کی طرف کی ہے، بعض نے کثیر سے منسوب کر کے امام زین العابدین کے صاحب زادے امام محمد باقر کی مدح میں قرار دیا ہے۔ ان دونوں روایتوں کے اصل ماخذ تک ہماری رسائی نہیں ہو سکی، ہاں البتہ شیخ نے ان روایتوں کے بارے میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ''یہ تمام حکایات غلط ہیں''۔ (احوال ائمة اثنا عشر، ص۴۲)

ان تمام اقوال وروایات سے مندرجہ ذیل نتائج نکالے جاسکتے ہیں:

الف: محدثین، مؤرّخین اور اُدبا کی ایک بڑی جماعت (جس میں حافظ ابن کثیر جیسے محتاط مؤرّخ اور حضرت شیخ جیسے محقق بھی شامل ہیں) نے قصیدے کے شاعر کی حیثیت سے فرزدق اور ممدوح کی حیثیت سے امام زین العابدین کو تسلیم کرکے اس واقعے کو کثرت سے نقل کیا ہے۔

ب: امام طبرانی کی جس روایت سے قصیدے کے ممدوح امام حسین قرار پاتے ہیں اس روایت پر حافظ ابن کثیر اور شیخ محقق کی تنقید برمحل اور معقول ہے۔

ج: المصعب زبیری، آمدی، ابن قتیبہ اور ابوالفرج اصفہانی نے حزین کی طرف پورا قصیدہ منسوب نہیں کیا، بل کہ صرف دو اشعار کا انتساب کیا ہے، اس سے قصیدے کے باقی اشعار کو فرزدق سے منسوب کرنے پر کوئی اثر نہیں پڑتا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ دو شعر فرزدق کے قصیدے کے نہیں ہیں، غلطی سے اس میں درج ہو گئے ہیں، جیسا کہ ابوالفرج اصفہانی کا موقف ہے۔

د: یہاں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ یہ کوئی احادیث مبارکہ یا حلال وحرام کا معاملہ نہیں ہے جس میں روایت ودرایت کا وہ سخت معیار برتا جائے جو احادیث رسول ﷺ کے ردوقبول میں برتا جاتا ہے، یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جس کا تعلق تاریخ ادبیات سے بھی ہے۔ اگر عام تاریخی واقعات اور ادبی شہ پاروں کے ردوقبول میں بھی روایت و درایت کا وہی سخت معیار برتا جائے تو تاریخ اور ادب دونوں کا قافیہ تنگ ہو جائے گا۔

ہ: قصیدے کے متن، اشعار کی ترتیب اور تعداد میں اِختلافِ روایت کو اس کے خلاف دلیل نہیں بنایا جاسکتا، کیوں کہ ایسا اِختلافِ روایت صرف اسی ایک قصیدے میں نہیں ہے، بل کہ ادبِ جاہلی اور ادبِ اسلامی دونوں کے بہترین شعری اور نثری شہ پاروں میں اس قسم کا اِختلافِ روایت موجود ہے، جو ماہرین کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ قصیدے کی زبان، اسلوب، آہنگ، فکر اور پروازِ خیال کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جو

فرزدق کی دیگر شعری کاوشوں سے ہم آہنگ نہ ہو۔

قصیدے کا منظوم فارسی ترجمہ:

مولانا عبد الرحمٰن جامی نے اپنی معروف کتاب ''سلسلۃ الذہب'' میں امام زین العابدین اور ہشام بن عبدالملک کے اس پورے واقعے کو بہ طور مثنوی نظم کیا ہے، اسی میں انھوں نے قصیدے کے مفہوم کو بڑی عمدگی اور خوبی سے فارسی نظم کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔ یہ مثنوی ۸۶/اشعار پر مشتمل ہے۔ بطور نمونہ چند اشعار نقل کیے جاتے ہیں:

ناگہاں نخبۂ نبی و ولی — زین عباد بن حسین علی
در کسائے بہائے حلہ نور — بر حریم حرم فگند ظہور
برطرف می گذشت بہر طواف — در صف خلق می فتاد شگاف
زد قدم بہر استلام حجر — گشت خالی ز خلق راہ گذر
شامی کرد از ہشام سوال — کیست ایں با چنیں جلال و جمال
از جہالت در آں تعلل کرد — در شناسائیش تجاہل کرد
گفت نہ شناسمش نہ دانم کیست — مدنی یا یمانی یا مکی است
بو فراس آں سخن ورِ نادر — بود در جمعِ شامیاں حاضر
گفت من می شناسمش نیکو — زو چہ پرسی بہ سوے من کن رو
آں کس است ایں کہ مکہ و بطحا — زم زم و بوقبیس وخیف ومنیٰ
حرم وحل و بیت و رکن و حطیم — ناو دان و مقامِ ابراہیم
مروہ ، مسعیٰ ، صفا ، حجر ، عرفات — طیبہ ، کوفہ و کربلا و فرات
ہر یک آمد بہ قدر او عارف — بر علو مقام او واقف

(سلسلۃ الذہب برحاشیہ نفحات الانس: ص۲۹۴/۲۹۵)

قصیدۂ میمیہ کی تخمیس اور شروح:

فرزدق کے اس فنی شہ پارے کی مقبولیت اور شہرت کے پیش نظر علما، اُدبا اور شعرا نے

اس کی شروح، اس کی تضمین اور دیگر زبانوں میں اس کے ترجمے کیے ہیں۔ ان کاوشوں کے مصنفین اہل سنت اور اہل تشیع دونوں مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔

تضمین کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کسی قصیدے کے اشعار پر تین مصرعے لگا کر اس کو خمسے کی شکل دے دی جائے، عربی میں اس صنف کو تَخْمِیْس کہتے ہیں۔ آغا بزرگ طہرانی نے اپنی کتاب ''الذریعة الٰی تصانیف الشیعة'' میں اس قصیدے کی تَخْمِیْس کرنے والے مندرجہ ذیل پانچ شیعی شعرا کا ذکر کیا ہے:

(۱) الشیخ محمد بن اسماعیل ابن خلفہ (م:۱۲۴۲ھ)
(۲) السید ابوالفتح نصر اللہ بن الحسین الموسوی الحائری (م:۱۱۶۸ھ)
(۳) السید راضی بن السید صالح القزوینی النجفی (م:۱۲۸۷ھ)
(۴) مصطفیٰ بن الجواد الخالصی
(۵) الشیخ درویش علی البغدادی۔ (الذریعة الٰی تصانیف الشیعة: جلد۴، مادہ تخم)

''کتاب خانۂ شیعہ'' کے مؤلفین نے قصیدۂ میمیہ کی مندرجہ ذیل شروح کا تذکرہ کیا ہے:

(۱) شرح قصیدة الفرزدقیة المیمیة: میرزا ابوالحسین بن حسین جیلانی (م:۱۳۱۳ھ)
(۲) شرح قصیدة الفرزدق: سید علی خان مدنی (م:۱۱۱۸ھ)
(۲) شرح قصیدة الفرزدق: فاضل علی رضا تبیان الملک رضائی (م مابعد ۱۳۰۶ھ)
(۳) شرح قصیدة الفرزدق: ملا علی قاریوز آبادی قزوینی (م:۱۲۹۰ھ)
(۴) شرح قصیدة الفرزدق: قاسم رسائی بن حسین مشہدی
(۵) شرح قصیدة الفرزدق: علی بن محمد بن ابراہیم سبینی عاملی (م:۱۳۰۳ھ)
(۶) شرح قصیدة الفرزدق: میرزا محمد بن سلیمان تنکابنی (م:۱۳۲۰ھ)
(۷) شرح قصیدة الفرزدق: محمد شفیع بن محمد علی استر آبادی (م:۱۰۷۵ھ)
(۸) شرح قصیدة الفرزدق: محمد بن طاہر سماوی (م:۱۳۷۰ھ)

(کتاب خانہ شیعہ: باب کتاب شناسی امام زین العابدین، حرف شین، آن لائن ایڈیشن)

آخر الذکر شرح کا ذکر عمر رضا کحالہ نے بھی ''معجم المؤلفین'' میں کیا ہے۔ شرح

کا نام ''الکواکب السماویة في شرح قصیدة الفرزدقیة العلویة'' ہے۔

(معجم المؤلفین، ج ۳/ص ۳۳۵)

یہ شرح سیّد محمد صادق بحر العلوم نجفی (م: ۱۳۹۹ھ) کی تعلیقات کے ساتھ دار الاضوا بیروت سے شائع ہو چکی ہے۔

مندرجہ بالا شروح اور تخمیسات میں سے کسی تک ہماری رسائی نہیں سکی، لہٰذا ان پر کوئی تبصرہ یا ان کا کوئی تعارف پیش نہیں کیا جا سکتا۔ درجِ بالا کتب کے علاوہ اس سلسلے کی تین کاوشیں ہماری دست رس میں آئی ہیں۔ ذیل میں ان تینوں کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

شرح قصیدہ میمیہ از مولانا جمیل احمد بلگرامی:

اِس شرح کا نام ''دررِنضید شرح قصیدہ فرزدق تمیمی'' ہے، اس کے مصنف اُنیس ویں صدی کے ایک عالم مولانا جمیل احمد بلگرامی ہیں۔ اس شرح پر مولانا سید حسن احمد بلگرامی کی ۵ر صفحات پر مشتمل فارسی میں طویل تقریظ ہے، مولانا محمد اعلم بلگرامی نے عربی میں تقریظ ارقام فرمائی ہے، مزید یہ کہ انھوں نے ''مثنوی تاریخ'' کے عنوان سے ۱۷ر اشعار پر مشتمل فارسی میں منظوم تقریظ بھی رقم کی ہے۔

قصیدے کے مفردات کے معانی سمجھنے اور اشعار کے مفاہیم تک رسائی حاصل کرنے کے لیے یہ ایک مفید اور عمدہ شرح ہے، مگر مصنف کا اسلوب ذرا گنجلک اور فارسی نثر قدرے مشکل ہے، اس لیے فارسی کی متوسط صلاحیت رکھنے والے کو اس شرح کو سمجھنے کے لیے مزید ایک اور شرح کی ضرورت ہے۔

مصنف کا طریقہ یہ ہے کہ شعر نقل کرنے کے بعد پہلے وہ ''تقطیع'' کے عنوان سے شعر کی عروضی حیثیت واضح کرتے ہیں، پھر مفردات کی لفظی اور معنوی تشریح کرتے ہیں۔ پھر ''نحو'' کا عنوان دے کر شعر کی ترکیب نحوی کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اس کے بعد ''معنیٰ'' کے عنوان سے شعر کا عمومی معنیٰ و مفہوم بیان کرتے ہیں۔ سب سے آخر میں ''مزایا'' کا عنوان دے کر شعر میں موجود بعض وجوہِ بلاغت اور نحوی و صرفی لطائف کی طرف اشارہ

کرتے ہیں۔

مولانا جمیل احمد بلگرامی نے مقدمۂ کتاب میں قصیدے کے بعض فضائل درج کرنے کے بعد ایک جگہ لکھا ہے کہ:

> قصیدے کے ان تمام فضائل کے باوجود اس کی کوئی شرح دیکھنے سننے میں نہیں آئی اور نہ ہی کسی تذکرے اور تاریخ میں اس کا کوئی ذکر دیکھا گیا، حالاں کہ گمانِ غالب یہی ہے کہ لوگوں نے اس بیش بہا نگینے کو بغیر انگوٹھی کے نہ چھوڑا ہوگا۔ (مفہومِ عبارت: درِ نضید ص ۴)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس قصیدے کی کوئی شرح یا ترجمہ وغیرہ مولانا بلگرامی کی بھی دسترس میں نہیں آسکا تھا۔

یہ شرح ۱۱۲ر صفحات پر مشتمل ہے، مولانا سیّد عبداللہ بلگرامی کی تصحیح اور تحشیہ کے ساتھ ۱۸۷۳ء میں مطبع نول کشور کان پور سے شائع ہوئی ہے۔ نول کشور کا یہ نایاب وقدیم نسخہ کتب خانۂ قادریہ بدایوں میں محفوظ ہے۔

تخمیس قطب الدین فی مدح سیدنا زین العابدین:

علامہ قطب الدین محمود علی ابن میر غیاث علی حیدر آبادی متخلص بہ فاضلؔ نے قصیدۂ میمیہ کی تضمین بہ طور خمسہ کی ہے، ساتھ ہی فارسی زبان میں (اپنے خمسے سمیت) قصیدے کی شرح کی ہے۔ اِبتدا میں تمہید کے بعد ایک مقدمہ لکھا ہے جو تین فوائد پر مشتمل ہے:

فائدہ اول: در بیانِ بحر وقافیہ

فائدہ دوم: در بیانِ معنی قطعہ وقصیدہ بہ حسبِ اِصطلاحِ عرب وعجم

فائدہ سوم: در سببِ نظم ایں قصیدہ

اسی طرح آخر میں ''تذئیل'' کے عنوان سے تین فوائد ذکر کیے ہیں جن میں بالترتیب ممدوح قصیدہ حضرت امام زین العابدین، باعث نظم قصیدہ ہشام بن عبدالملک اور شاعر قصیدہ فرزدق تمیمی کا تعارف کروایا ہے۔

مطلع کی تضمین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هذا الذی فرض المولی مودته هذا الذی یظهر القرآن عظمته
من ذا الذی نفسه انفٰی وعزته هذا الذی تعرف البطحاء وطأته
و البیت یعرفه و الحل و الحرم

ہر بند کے بعد فارسی میں اس کی شرح کی ہے۔ پہلے الشرح کے عنوان سے لغوی اور نحوی وصرفی شرح ہے، پھر المعنی کے عنوان سے بند کا عمومی معنی بیان کرتے ہیں۔ یہ فارسی شرح و تضمین ۱۳۱۶ھ میں ظفر پریس حیدرآباد سے شائع ہوئی تھی۔ یہ نسخہ کتب خانہ قادریہ میں موجود ہے۔

التخمیس المقبول فی مدح ابن الرسول:

یہ بھی سابق الذکر علامہ قطب الدین محمود علی ابن میر غیاث علی حیدرآبادی کی شرح و خمسہ ہے۔ یہ شرح عربی زبان میں ہے۔ یہ خمسہ گذشتہ خمسے کے علاوہ ہے، اگرچہ بعض جگہ پورے یا آدھے مصرعے ٹکرا گئے ہیں۔ عربی زبان میں شرح کے ساتھ ساتھ حاشیے میں بہ زبان فارسی پانچوں مصرعوں کا ترجمہ بھی درج کردیا گیا ہے۔

مطلع کی تضمین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هذا الذی فرض المولی مودته هذا الذی اوجب الرحمن طاعته
من ذا الذی لیس طواعاً امامته هذا الذی تعرف البطحاء وطأته
و البیت یعرفه و الحل و الحرم

آخر میں ''خاتمہ'' کے عنوان سے عربی زبان میں تینوں متعلقہ حضرات یعنی امام زین العابدین، فرزدق اور ہشام کا ترجمہ بھی درج کردیا ہے۔ یہ شرح حیدرآباد سے ۱۳۲۲ھ میں شائع ہوئی، یہ نسخہ بھی کتب خانہ قادریہ میں محفوظ ہے۔

قصیدے کے بعض دیگر پہلو:

عروضی حیثیت سے یہ قصیدہ بحر بسیط میں ہے، عربی قصیدے کے جو عناصر ترکیبی ہیں

یعنی تشبیب، گریز، دعا وغیرہ وہ اس میں نہیں ہیں، کیوں کہ یہ ایک خاص موقع پر برجستہ کہا گیا تھا اور اس وقت صرف مدح مقصود تھی اس لیے اس میں تشبیب وغیرہ نظم نہیں کی گئی، ایسے قصیدوں کو اصطلاح میں ''مقتضب'' کہتے ہیں۔

ہم نے پیچھے ذکر کیا تھا کہ جن حضرات نے قصیدہ نقل کیا ہے ان کی نقل میں اشعار کی تعداد اور ترتیب دونوں میں اختلاف ہے، یافعی نے ''مرآۃ الجنان'' میں ۲۵ر ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں ۲۷ر اور ابن کثیر نے ''البدایہ والنہایہ'' میں ۲۸ر اشعار درج کیے ہیں۔ جب کہ ''دیوان فرزدق'' میں ۲۷ر اور مولانا جمیل احمد بلگرمی کی شرح ''درر نضید'' میں ۲۹ر اشعار ہیں۔ ہم ترجمے کے ذیل میں اس اختلاف کی طرف اشارہ کریں گے۔

ان تمام کتابوں میں وارد اشعار کو یک جا کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قصیدے کے اشعارِ مرویہ کی مجموعی تعداد ۳۰ر ہے، جیسا کہ ذکر ہوا کہ سب سے زیادہ (۲۹) اشعار ''درر نضید'' میں ہیں، لہٰذا ہم اسی کو اصل بنا کر اس میں درج کردہ متن اور ترتیب کے مطابق یہاں قصیدہ درج کر رہے ہیں۔ مختلف کتب میں منقول قصیدے کے متن میں بھی بعض جگہ اختلاف ہے مگر یہ اختلاف صرف چند اشعار کے چند الفاظ میں ہے اور یہ اختلاف بھی اکثر جگہ ہم معنی الفاظ کی حد تک ہے، اس سے شعر کے عمومی معنی ومفہوم پر کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔ لہٰذا ہم نے اس کا اظہار ضروری نہیں سمجھا کہ یہ رسالہ اس ''تحقیقی طوالت'' کا متحمل نہیں ہے۔

ماہرین کے نزدیک یہ قصیدہ عربی شاعری کا اعلیٰ نمونہ ہے، معانی وبیان کی وہ خوبیاں جو کسی نگارش کو فنی شہ پارے کی حیثیت عطا کردیتی ہیں وہ تمام اس میں بہ درجہ اتم موجود ہیں۔ اُصولِ تحقیق کا تقاضا ہے کہ ترجمے کے ذیل میں ان وجوہِ بلاغت اور اسرارِ معانی کی طرف بھی اشارہ کیا جائے، مگر یہ طولِ عمل بھی ہے اور ایک اردو داں قاری کے لیے غیر ضروری بھی، اس لیے ہم اس سے صرفِ نظر کر رہے ہیں۔



قصیدۂ میمیہ کا متن مع ترجمہ

(۱)

هٰذَا الَّذِیْ تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطْأَتَهٗ وَ الْبَیْتُ یَعْرِفُهُ وَ الْحِلُّ وَ الْحَرَمُ

''یہ وہ مقدس شخصیت ہے کہ جس کے نقش قدم کو وادیِ بطحا (یعنی مکہ مکرمہ) پہچانتی ہے اور بیت اللہ (یعنی کعبہ) اور حل وحرم سب ان کو جانتے پہچانتے ہیں۔''

(۲)

هٰذَا ابْنُ خَیْرِ عِبَادِ اللّٰهِ کُلِّهِمْ هٰذَا التَّقِیُّ النَّقِیُّ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ

یہ تو اس ذاتِ گرامی کے لختِ جگر ہیں جو اللہ کے تمام بندوں میں سب سے بہتر ہیں (یعنی حضور اکرم ﷺ) یہ پرہیز گار، تقویٰ والے، پاکیزہ، صاف ستھرے اور قوم (قریش) کے سردار ہیں۔

(۳)

اِذا رَآتْهٗ قُرَیْشٌ قَالَ قَائِلُها اِلٰی مَکارِمِ هٰذَا یَنْتَهِی الْکَرَمُ

جب ان کو قبیلۂ قریش کے لوگ دیکھتے ہیں تو ان کو دیکھ کر کہنے والا یہی کہتا ہے کہ ان کی بزرگی و جواں مردی پر بزرگی و جواں مردی ختم ہے۔

(٤)

یَنْمِیْ اِلٰی ذِرْوَةِ الْعِزِّ الَّذِیْ قَصُرَتْ عَنْ نَیْلِهٖ عَرَبُ الْاِسْلامِ وَ الْعَجَمُ

یہ عزت و بزرگی کے اس اوجِ کمال پر فائز ہیں جس کے حصول سے اسلام کے عرب و عجم قاصر ہیں۔

(۵)

يَكَادُ يُمْسِكُهٗ عِرْفَانَ رَاحَتِهٖ رُكْنُ الْحَطِيْمِ اِذَا مَاجَاءَ يَسْتَلِمُ

جب وہ حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے آتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ حجر اسود ان کی خوش بو پہچان کر ان کا ہاتھ پکڑ لے گا۔

(٦)

فِيْ كَفِّهٖ خِيْزُرَانٌ رِيْحُهٗ عَبِقٌ فِيْ كَفِّ اَرْوَعَ فِيْ عِرْنِيْنِهٖ شَمَمُ

ان کے دست مبارک میں ایک عصا ہے جو عمدہ خوش بو والا ہے، یہ عصا ایسے عمدہ اور بہترین شخص کے ہاتھ میں ہے جو بلند ناک والا ہے۔ (یعنی عزت وشرف والا ہے)

(۷)

يَغْضِيْ حَيَاءً وَيُغْضٰى مِنْ مَهَابَتِهٖ فَمَا يُكَلَّمُ اِلَّا حِيْنَ يَبْتَسِمُ

وہ شرم وحیا سے نگاہیں نیچی رکھتے ہیں اور ان کے رُعب وہیبت سے دوسروں کی نگاہیں نیچی رہتی ہیں، اس لیے ان سے اسی وقت گفت گو کی جا سکتی ہے جب وہ تبسم فرمارہے ہوں۔

(۸)

يَنْشَقُّ نُوْرُ الْهُدٰى مِنْ نُوْرِ غُرَّتِهٖ كَالشَّمْسِ يَنْجَابُ عَنْ اِشْرَاقِهَا الظُّلَمُ

ان کی روشن ومنور پیشانی سے ہدایت کا نور پھوٹ رہا ہے، جیسے تاریکیاں سورج کے نور سے چھٹ جاتی ہیں۔

(۹)

مَنْ جَدُّهٗ دَانَ فَضْلُ الْاَنْبِيَاءِ لَهٗ وَ فَضْلُ اُمَّتِهٖ دَانَتْ لَهُ الْاُمَمُ

یہ وہ ذات گرامی ہے کہ جن کے جد محترم (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے تمام انبیاے کرام کی فضیلتیں سرنگوں ہیں (یعنی وہ تمام انبیاے کرام سے افضل

ہیں) اور تمام اُمتوں کی بزرگی اور فضیلت ان کی امت کے آگے سر خم کیے ہوئے ہے۔ (یعنی ان کی امت تمام امتوں سے افضل ہے)

''مرآۃ الجنان'' اور ''وفیات الاعیان'' دونوں میں یہ شعر نہیں ہے۔

(۱۰)

مُنْشَقَّةٌ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ نَبْعَتُهٗ طَابَتْ عَنَاصِرُهٗ وَ الْخِيْمُ وَ الشِّيَمُ

آپ کی اصل اور نمود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، آپ کے عناصر اور طبیعت و عادت سب عمدہ اور پاکیزہ ہیں۔

(۱۱)

هٰذَا ابْنُ فَاطِمَةَ اِنْ كُنْتَ جَاهِلَهٗ بِجَدِّهٖ اَنْبِيَاءُ اللّٰهِ قَدْ خُتِمُوا

یہ خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہرا (رضی اللہ عنہا) کے لختِ جگر ہیں، اگر تو ان کو نہیں جانتا (تو سن لے کہ) ان کے محترم نانا (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) پر انبیاے کرام کے سلسلے کا اِختتام ہوا ہے۔

(۱۲)

اَللّٰهُ شَرَّفَهٗ قِدْماً وَ عَظَّمَهٗ جَرٰى بِذَاكَ لَهٗ فِىْ لَوْحِهِ الْقَلَمُ

اللہ تعالیٰ نے قدیم زمانے سے ان کو شرف و عظمت عطا فرمائی اور ان کے لیے اسی شرف و عظمت کے واسطے اس کی لوحِ محفوظ میں قلم چل چکا ہے۔ (یعنی شرف و عظمت ان کا مقدر کی جا چکی ہے)

(۱۳)

اَللَّيْثُ اَهْوَنُ مِنْهُ حِيْنَ تُغْضِبُهٗ وَ الْمَوْتُ اَيْسَرُ مِنْهُ حِيْنَ يُهْتَضَمُ

اگر تم ان کو غصہ دلا دو تو پھر (ان کے غصے کے مقابلے) شیر کا غصہ بھی ہلکا ہے، اور اگر ان پر ظلم و ستم کر دیا جائے تو (اس ظلم و ستم کی سزا اور بدلے کے مقابلے میں) موت بھی آسان ہے۔

''دیوانِ فرزدق''، ''البدایہ والنہایہ''، ''مرآۃ الجنان'' اور ''وفیات الاعیان'' چاروں

میں یہ شعر نہیں ہے۔

(١٤)

فَلَيْسَ قَوْلُكَ مَنْ هٰذَا بِضَائِرِهٖ اَلْعُرْبُ تَعْرِفُ مَنْ اَنْكَرْتَ وَالْعَجَمُ

تمہارا یہ کہنا کہ ''یہ کون ہیں؟'' ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا، جس ذات گرامی (کو پہچاننے) سے تو انکار کر رہا ہے ان کو تو عرب و عجم سب جانتے ہیں۔

(١٥)

كِلْتَا يَدَيْهِ غِيَاثٌ عَمَّ نَفْعُهُمَا تُسْتَوْكَفَانِ وَ لَا يَعْرُوْهُمَا عَدَمُ

ان کے دونوں ہاتھ ایسے فریادرس اور بخشنے والے ہیں کہ ان کا نفع عام ہے، ان ہاتھوں سے مسلسل خیرات تقسیم کی جاتی ہے (اس کے باوجود بھی) اس میں کوئی کمی نہیں آتی۔

(١٦)

سَهْلُ الْخَلِيْقَةِ لَا تُخْشٰى بَوَادِرُهٗ يَزِيْنُهٗ اثْنَانِ حُسْنُ الْخَلْقِ وَ الشِّيَمُ

وہ نرم خو ہیں، ان کی تیزی (جلد غصہ ہونے) سے خوف نہیں کیا جاتا، وہ دونوں خوبیوں سے آراستہ ہیں: حسن صورت اور (عمدہ) عادات۔

(١٧)

حَمَّالُ اَثْقَالِ اَقْوَامٍ اِذَا فُدِحُوْا حُلْوُ الشَّمَائِلِ تَحْلُوْ عِنْدَهٗ نِعَمُ

جب لوگ (قرض سے) گراں بار ہو جائیں تو وہ لوگوں کا بار اٹھانے والے ہیں، ایسے شیریں خصلت والے ہیں کہ ان کا احسان بھی شیریں ہو جاتا ہے۔

(١٨)

مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِيْ تَشَهُّدِهٖ لَوْلَا التَّشَهُّدُ كَانَتْ لَاءُهٗ نَعَمُ

آپ نے تشہد میں ''اشھد ان لا الہ الا اللہ'' کہنے کے علاوہ کبھی ''لا'' (نہیں) نہیں فرمایا، اگر تشہد نہ ہوتا تو آپ کا یہ لا (نہیں) بھی ''نعم'' (ہاں) ہوتا۔ یعنی کسی مانگنے والے کے جواب میں آپ کی زبان سے کبھی ''نہیں'' نہ نکلا۔

(۱۹)

لَا يُخْلِفُ الْوَعْدَ مَيْمُوْنٌ نَقِيْبَتُهٗ رَحْبُ الْفِنَاءِ اَرِيْبٌ حِيْنَ يَعْتَزِمُ

کبھی وعدہ خلافی نہ کرنے والے، مبارک نفس والے، وسیع صحن والے اور جب ٹھان لیتے ہیں تو کر گذرنے والے ہیں۔

یہ شعر دیوان میں نہیں ہے۔

(۲۰)

عَمَّ الْبَرِيَّةَ بِالْاِحْسَانِ فَانْقَشَعَتْ عَنْهَا الْعِنَايَةُ وَ الْاِمْلَاقُ وَ الْعَدَمُ

ان کا جود و نوال تمام خلائق کے لیے عام ہے، اس لیے اس (مخلوق) کے رنج و غم، مفلسی اور تنگ دستی دور ہوگئی۔

(۲۱)

مِنْ مَعْشَرٍ حُبُّهُمْ دِيْنٌ وَ بُغْضُهُمْ كُفْرٌ وَ قُرْبُهُمْ مَنْجًى وَ مُعْتَصَمُ

وہ تو اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں کہ جن کی محبت عین ایمان ہے اور ان سے بغض کفر ہے، اور ان کا قرب جائے پناہ اور سہارا ہے۔

(۲۲)

اِنْ عُدَّ اَهْلُ التُّقَى كَانُوا اَئِمَّتَهُمْ اَوْ قِيْلَ مَنْ خَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ قِيْلَ هُمُ

یہ تو ان لوگوں میں سے ہیں کہ اگر پرہیز گاروں کو شمار کیا جائے تو یہ حضرات پرہیز گاروں کے امام ہوں گے، یا اگر یہ پوچھا جائے کہ زمین میں سب سے بہتر کون لوگ ہیں؟ تو جواب میں کہا جائے گا کہ یہی (اہل بیت) ہیں۔

(۲۳)

لَا يَسْتَطِيْعُ جَوَادٌ بُعْدَ غَايَتِهِمْ وَ لَا يُدَانِيْهِمُ قَوْمٌ وَ اِنْ كَرُمُوْا

کوئی جواں مرد اور سخی ان کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ کوئی قوم ان کے قریب پہنچ سکتی ہے اگر چہ کتنی ہی بزرگی والی کیوں نہ ہو۔

(٢٤)

هُمُ الْغُيُوْثُ اِذَا مَا اَزْمَةٌ اَزَمَتْ وَ الْاُسْدُ اُسْدُ الثَّرىٰ وَ الْبَاْسُ مُحْتَدِمُ

جب سخت قحط لوگوں کو گھیر لے تو یہ حضرات ابر باراں ہیں جب معرکہ کارزار گرم ہو تو یہ حضرات ''ثریٰ'' کے شیروں کی طرح شیر ہیں۔
(عرب میں کوہِ سلمیٰ کے ایک علاقے کا نام ثریٰ ہے جہاں شیر بہ کثرت ہوتے تھے)

(٢٥)

لَا يَنْقُصُ الْعُسْرُ بَسْطاً مِنْ اَكُفِّهِمِ سِيَّانِ ذٰلِكَ اِنْ اَثَرُوْا وَ اِنْ عَدِمُوْا

تنگ دستی اور سختی ان کی جود وسخا کو کم نہیں کرتی، مال کا ہونا یا نہ ہونا ان کے لیے برابر ہے۔ (یعنی ان کے پاس مال ہو یا نہ ہو اس سے ان کے سخاوت پر کوئی فرق نہیں پڑتا)
یہ شعر ''مرآۃ الجنان'' میں نہیں ہے۔

(٢٦)

مُقَدَّمٌ بَعْدَ ذِكْرِ اللّٰهِ ذِكْرُهُمُ فِیْ كُلِّ بَدْءٍ وَ مَخْتُوْمٌ بِهِ الْكَلِمُ

اللہ کے ذکر کے بعد انھی کا ذکر سب سے مقدم ہے، اسی کے ذریعے آغاز ہوتا ہے اور اسی پر گفت گو ختم ہوتی ہے۔

(٢٧)

يَاْبىٰ لَهُمْ اَنْ يَّحُلَّ الذَّمُّ سَاحَتَهُمْ خِيْمٌ كَرِيْمٌ وَ اَيْدِیْ بِالنَّدىٰ هُضُمُ

کوئی برائی ان کے دربار تک نہیں آسکتی، یہ نیک خو ہیں، ان کے ہاتھ عطا کرنے والے ہیں۔
یہ شعر دیوان میں نہیں ہے۔

(۲۸)

اَیُّ الْخَلَائِقِ لَیْسَتْ فِیْ رِقَابِهِمْ لِاَوَّلِیَّةِ هَذَا اَوْ لَهٗ نِعَمُ

مخلوق میں وہ کون ہے جو ان کی غلامی میں نہیں ہے، ان کی اوّلیت وتقدم کی وجہ سے یا پھر ان کے احسانات کی وجہ سے۔

یہ شعر 'مرآۃ الجنان' میں نہیں ہے۔

(۲۹)

مَنْ یَعْرِفِ اللّٰهَ یَعْرِفْ اَوَّلِیَّةَ ذَا وَالدِّیْنَ مِنْ بَیْتِ هٰذَا نَالَهُ الْاُمَمُ

جو شخص اللہ کو جانتا ہے وہ ان کی اوّلیت اور تقدیم کو بھی جانتا ہے اور تمام لوگوں کو دین ان کے گھر سے ہی ملا ہے۔

(۳۰)

یُسْتَدْفَعُ الشَّرُّ وَ الْبَلْوَی بِحُبِّهِمْ وَ یَسْتَزِیْدُ بِهِ الِاحْسَانُ وَ الْکَرَمُ

ان کی محبت کے وسیلے سے مصیبتیں اور آفتیں دور کی جاتیں ہیں اور ان کے ذریعے اِحسان وکرم میں اِضافہ ہوتا ہے۔

یہ شعر ''دیوان'' اور ''البدایہ والنہایہ'' سے اِضافہ کیا گیا ہے، ''درر نضید''، ''وفیات الاعیان'' اور ''مرآۃ الجنان'' وغیرہ میں نہیں ہے۔



مراجع ومصادر

۱- احوال ائمہ اثنا عشر: شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مرتب و ناشر: خسرو قاسم، علی گڑھ، غیر مؤرخ

۲- الأغانی: ابوالفرج اصفہانی - مطبعۃ التقدم، قاہرہ، غیر مؤرخ

۳- البدایۃ و النہایۃ: اسماعیل ابن کثیر دمشقی، تحقیق: ڈاکٹر عبداللہ بن المحسن الترکی - دار ہجر، جیزہ، مصر، ۱۹۹۸ء

۴- تاریخ ادب عربی: احمد حسن زیات، ترجمہ: سیّد طفیل احمد مدنی - الٰہ آباد، ۱۹۸۵ء

۵- تاریخ ادبیات عربی: سید ابو الفضل - انجمن فیضانِ ادب، حیدرآباد دکن، طبع یازدہم، ۲۰۰۹ء

۶- تاریخ الخلفاء: جلال الدین سیوطی - مطبع قیومی کان پور، ۱۹۲۵ء

۷- تخمیس قطب الدین فی مدح سیدنا زین العابدین: قطب الدین محمود علی حیدر آبادی - ظفر پریس حیدرآباد، ۱۳۱۶ھ

۸- التخمیس المقبول فی مدح ابن الرسول: قطب الدین محمود علی حیدرآبادی - حیدر آباد، ۱۳۲۲ھ

۹- تذکرۃ الحفاظ: شمس الدین ذہبی - دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن، ۱۳۰۹ھ

۱۰- حلیۃ الاولیاء: ابونعیم اصفہانی - دار الفکر بیروت، ۱۹۹۶ء

۱۱- درر نضید: جمیل احمد بلگرامی - مطبع نول کشور کان پور، ۱۸۷۳ء

۱۲- دیوان فرزدق مشمولہ مجموعہ خمسہ دواوین-المطبعۃ الوہبیۃ، قاہرہ،۱۲۹۳ھ
۱۳- الذریعة الی تصانیف الشیعة: آغا بزرگ طہرانی-المکتب العلوی،طہران
۱۴- سلسلة الذهب: عبدالرحمٰن جامی-مطبع نول کشور کان پور،۱۸۷۴ء
۱۵- سیر أعلام النبلاء: حافظ شمس الدین ذہبی-بیت الافکار الدولیہ، ریاض
۱۶- شرح دیوان الحماسہ: خطیب تبریزی-مطبع بولاق،مصر،۱۲۹۶ھ
۱۷- الشعر و الشعراء: ابن قتیبہ الدینوری، تحقیق: احمد محمد شاکر-دار المعارف قاہرہ، طبع ثانی
۱۸- الطبقات الکبریٰ: محمد بن سعد بن منیع -مکتبہ خانجی قاہرہ،۲۰۰۱ء
۱۹- المؤتلف و المختلف: الآمدی، تحقیق: ڈاکٹر ف. کرنکو-دار الجیل، بیروت،۱۹۹۱ء
۲۰- مرآة الجنان: الیافعی-دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدرآباد دکن،۱۳۳۷ھ
۲۱- المعجم الکبیر: الطبرانی، تحقیق: حمدی عبدالمجید سلفی-مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ
۲۲- معجم المؤلفین: عمر رضا کحالہ-مؤسسۃ الرسالہ بیروت،۱۹۹۳ء
۲۳- نسب قریش: المصعب الزبیری-دار المعارف قاہرہ، طبع ثانی، غیر مؤرخ
۲۴- ألنسب و المصاهرة بین أهل البیت و الصحابة: علاء الدین المدرس-مؤسسۃ المختار، قاہرہ،۲۰۰۵ء
۲۵- وفیات الاعیان: ابن خلکان، تحقیق: ڈاکٹر احسان عباس-دار صادر بیروت،۱۹۷۷ء



"دارُالاسلام" کی شائع کردہ تراثِ علمیہ

1- المُبین مع تنقید وتبصرہ 2- الرشاد 3- نُزْهَةُ الْمَقَال فِي لِحْيَةِ الرِّجَال

پروفیسر علامہ سید محمد سلیمان اشرف بہاری سابق صدر شعبۂ علومِ اسلامیہ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ

4- شَرْحُ الْمِرْقَاةِ لِشَمْسِ الْعُلَمَاءِ الْمَوْلَوِي مُحَمَّدْ عَبْدُ الْحَقِّ الْخَيْرَابَادِي

وَيَلِيهِ: رسالة في الوُجُودِ الرَّابِطِي لِلسَّيِّدِ الحَكِيْم بَرَكَات أَحْمَد التُّوْنكِي

5- ابحاثِ ضروری: حافظ ولی اللہ لاہوری، محشی: مولوی فقیر محمد جہلمی، تحقیق: خورشید احمد سعیدی

6- الروض المجود (وحدۃ الوجود): علامہ محمد فضل حق خیرآبادی، مترجم: حکیم سید محمود احمد برکاتی

7- علامہ فضل حق خیرآبادی - چند عنوانات: خوشتر نورانی

8- حیاتِ استاذ العلما مولانا یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ: علامہ غلام رسول سعیدی

9- مولودِ کعبہ کون؟: مولانا قاری محمد لقمان قادری

10- مَنْ هُوَ مُعَاوِيَه؟: مولانا قاری محمد لقمان قادری

11- اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ الله: مولانا غلامِ دستگیر ہاشمی قصوری رحمۃ اللہ علیہ

12- توثیق صاحبین: فیصل خان رضوی

13- دفاعِ سیدنا امیر معاویہ: شیخ حیات سندھی، عبدالعزیز پرہاروی، عبدالقادر بدایونی وغیرہم

14- افضلیتِ سیدنا صدیق اکبر پر اجماعِ امت: فیصل خان رضوی

15- زبدۃ التحقیق کی روایات کا تنقیدی وتحقیقی جائزہ: فیصل خان رضوی

16- رسائل مولانا خیر الدین خیوری دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (والدِ ابوالکلام آزاد)

17- مجلہ "حجۃ الاسلام"/علامہ اشرف سیالوی نمبر

18- اَلثَّوْرَةُ الْهِنْدِيَّةُ لِلْإِمَامِ فَضْل حَقّ الْخَيْرَابَادِي، تَحْقِيق: الدُّكْتُورَة قَمَرُ النِّسَاء

19- مدحتِ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ: فرزدق تمیمی، مترجم: مولانا اُسید الحق محمد عاصم قادری

20- فکرونظر کے دریچے: ڈاکٹر مولانا غلام زرقانی (اِبن علامہ ارشد القادری)

21- فیضیہ (فنِ مناظرہ): ادیبِ ہند مولانا فیض الحسن سہارن پوری

22- کلیاتِ کافی: سلطانِ نعت گویاں حضرت مولانا سید کفایت علی کافی مرادآبادی زیرِ طبع

دارالاسلام

اکابرِ اسلام کی علمی وراثت
کے اِحیا کے لیے وقف اِدارہ
جہاں
تحقیق کے قدیم و جدید اسالیب
کا خوب صورت اِمتزاج
نظر آئے گا

C-8 محی الدین بلڈنگ داتا دربار مارکیٹ لاہور
Cell:0321-9425765